ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

11

www.tanzeem.org

10 تا 16 ربیع الثانی 1432ھ / 15 تا 21 مارچ 2011ء

فردِ جرم سے بچئے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴿١٧﴾﴾ (القمر)

''اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے بہت آسان کر دیا ہے۔ اب ہے کوئی نصیحت لینے والا۔''

مطلب یہ ہے کہ ہم نے قرآن کو ذکر و تذکر کے لیے، نصیحت حاصل کرنے کے لیے اور اسے عملی زندگی میں اپنانے کے لیے آسان بنایا ہے۔ اب تم میں سے ہے کوئی جو اس نصیحت پر عمل کرے؟ اس سے ثابت ہوا کہ قرآن مجید سارے کا سارا اس نقطۂ نظر سے پڑھنا کہ اس کو پڑھ کر نصیحت حاصل کرنا ہے، اور اس پر عمل کرنا ہے، یہ سب پر فرض ہے۔ البتہ قرآن مجید سے فقہی مسائل کا استنباط اور اس کی تفسیر کے علوم کا حاصل کرنا سب مسلمانوں پر فرض نہیں ہے۔ ہر مسلمان کو یہ دیکھنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نام کیا پیغام بھیجا ہے؟ یہ ایک دستی خط آیا ہے۔ اور یہ کسی عام آدمی کے ہاتھوں نہیں بلکہ سید الاوّلین والآخرین کے ہاتھوں ہم تک پہنچا ہے۔ پیغام بھیجنے والے نے تاکید کے ساتھ متنبہ کیا ہے کہ وہ تم سب سے اس خط کا جواب بھی لے کر رہے گا۔ اس نے بار بار تاکید کر دی ہے کہ اگر تم نے اس خط کو اچھی طرح سے پڑھ کر پورے خلوص کے ساتھ نہ سمجھا اور اس پر عمل نہ کیا تو یہی نبی ﷺ جو خط لے کر تمہارے پاس آئے ہیں، یومِ حساب کو تمہارے خلاف دعویٰ دائر کریں گے۔ .... رہ گئے پڑھے لکھے جاہل جنہوں نے ایم اے اور پی ایچ ڈی تو کر لیا لیکن قرآن و حدیث سمجھنے کی تکلیف گوارا نہیں کی تو ان حضرات کو سمجھ لینا چاہیے کہ ان کا معاملہ انتہائی خطرناک ہے۔ ان پر یہ فردِ جرم عائد ہو گی کہ یہ دنیا جہان کے اناپ شناپ کو تیار تھے اور ایرے غیرے کے پیغام کو سینے سے لگاتے رہے مگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغام کو درخورِ اعتنا نہ سمجھا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے محبوب کی سنت سے منہ موڑے رکھا۔ کتاب و سنت کے علم سے بے پروائی وہ جرم ہے جس کے مرتکب مشرکین مکہ ہوئے تھے، انہوں نے بھی حضور ﷺ کی دعوت اور اللہ کے پیغام سے اعراض کیا تھا۔

مقصدِ حیات اور اس کا حصول

ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ

اس شمارے میں

شاید کہ تیرے دل میں ......

توبہ کی فضیلت

انقلاب یا سراب؟

آنحضور ﷺ پر نبوت و رسالت کی تکمیل

سراپا رشکِ غم ہو کر میں پاکستان آیا تھا

ہماری خوشی اور غمی

نہ اللہ کی، نہ عوام کی

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

سورۃ التوبہ

(آیات:101-102)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۣ لَا تَعْلَمُهُمْ ۭ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۭ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ﴿١٠١﴾ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ۭ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٠٢﴾

’’اور تمہارے گرد و نواح کے بعض دیہاتی منافق ہیں۔ اور بعض مدینے والے بھی نفاق پر اڑے ہوئے ہیں۔ تم انہیں نہیں جانتے ہم جانتے ہیں۔ ہم ان کو دوہرا عذاب دیں گے پھر وہ بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ اور کچھ لوگ ہیں کہ اپنے گناہوں کا (صاف) اقرار کرتے ہیں۔ انہوں نے اچھے اور برے عملوں کو ملا جلا دیا تھا۔ قریب ہے کہ اللہ ان پر مہربانی سے توجہ فرمائے۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔‘‘

بعض منافق تو تمہارے اردگرد کے گنواروں میں ہیں اور بعض اہل مدینہ بھی نفاق پر اڑ چکے ہیں۔ گویا ان کا نفاق ایسا ہے جیسا کہ ٹی بی کی تیسری سٹیج ہو کہ جس کے بعد شفایابی کی امید ختم ہو جاتی ہے (یہ پرانے دور کی بات ہے اب تو ٹی بی لا علاج مرض نہیں رہا)۔ اے پیغمبر، آپ ان (منافقون) کو نہیں جانتے۔ ہم انہیں جانتے ہیں۔ ہم انہیں بار بار عذاب دیں گے۔ یعنی آئے روز یہ مطالبہ آتا تھا کہ نکلو اللہ کی راہ میں تو انہیں روز جھوٹ بولنا پڑتا تھا اور قسمیں کھانا پڑتی تھیں۔ یوں ان کی زندگی تنگی میں تھی۔ وہ یہاں بھی تنگی کے عذاب میں ہیں اور پھر ان کو ایک بڑے عذاب کی طرف لوٹا دیا جائے گا۔ یہ آخرت کا عذاب ہوگا۔

اب ان لوگوں کا ذکر آ رہا ہے جو نیم دروں نیم بروں ہیں۔ منافق تو نہیں لیکن اُن میں ہمت کی بہت کمی ہے۔ چلنا تو چاہتے ہیں مگر چلنے کا حوصلہ نہیں پاتے۔ کبھی چل بھی پڑتے ہیں مگر پھر سستی طاری ہو جاتی ہے اور ساتھ نہیں دے پاتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گناہوں اور کوتاہیوں کا اعتراف کرتے ہیں۔ یہ جھوٹ نہیں بولتے اور نہ ہی جھوٹے بہانے بناتے ہیں، نہ جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں، بلکہ اقرار کرتے ہیں کہ ہم سے کوتاہی ہوئی ہے، واقعتاً ہم اپنے اہل و عیال کے معاملات میں مصروف ہو کر اپنے فرائض کو ادا کرنے میں کوتاہی کرتے رہے ہیں۔ اعتراف گناہ ایمان کی علامت ہے۔ جب تک گناہ کا اعتراف ہوگا، نفاق شمار نہیں ہوگا۔ جہاں جھوٹا بہانہ آنا شروع ہو جائے، جھوٹی قسمیں کھائی جانی لگیں تو یہی نفاق ہے۔ ایسے لوگوں کو اہل ایمان سے ضد ہو جاتی ہے کہ یہ کیسے لوگ ہیں، ادھر آواز پڑتی ہے اور ادھر یہ تیار ہو کر چل پڑتے ہیں۔ اگر یہ لوگ ہماری طرح بیٹھے رہتے تو ہمیں بھی کوئی نہیں پوچھتا اور ہم پر کوئی عتاب نہ آتا۔ بجائے اس کے کہ یہ لوگ ان کے بارے میں اچھے جذبات رکھیں کہ اللہ ان کو توفیق دے رہا ہے، ان کے دلوں میں ان مخلص مسلمانوں کے خلاف دشمنی کے جذبات پیدا ہوتے اور پروان چڑھتے ہیں۔ تو فرمایا کہ کچھ لوگ منافق نہیں، بلکہ اُن میں ہمت کی کمی ہے، انہوں نے اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کیا اور ان کے اعمال خلط ملط ہیں۔ یہ نیک کام بھی کرتے ہیں مگر کبھی کوئی غلط کام بھی کر بیٹھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے بارے میں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ اور ان کے چند ساتھیوں سے غزوۂ تبوک میں شرکت کے سلسلہ میں کوتاہی ہوگئی۔ یہ کسل مندی اور دنیاوی مصروفیتوں کی وجہ سے نہیں جاسکے، مگر اُن کو فوراً اپنی غلطی کا احساس ہوگیا اور ندامت کے احساس نے اُن کو شدید متاثر کیا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے آپ کو مسجد نبویؐ کے ستونوں کے ساتھ باندھ لیا اور ارادہ کر لیا کہ یہیں بندھے رہیں گے، تاوقتیکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں اور اعلان فرمائیں کہ ہماری توبہ اللہ تعالیٰ نے قبول کر لی ہے، پھر وہ اپنے دست مبارک سے ہمیں کھولیں تب ہم یہاں سے آزاد ہوں گے ورنہ ہم یہیں پر بندھے ہوئے اپنی جانیں دے دیں گے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو یہ آیت نازل ہوئیں اور اللہ نے بتایا کہ توقع ہے کہ عنقریب میں ان کی توبہ قبول کروں گا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آ کر انہیں کھولا اور خوشخبری سنائی کہ اللہ نے ان کی توبہ قبول کر لی ہے۔ یہ وہی بات ہے جو سورۃ النساء آیت نمبر 17 میں بیان ہوئی کہ تقصیر کے بعد جس انسان کے اندر ایمانی جذبات لوٹ آئیں اور وہ فوراً توبہ کر لے تو ایسی توبہ کا قبول کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لازم ٹھہرایا ہوا ہے۔ البتہ یہاں حکم خاص طور پر حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ اور اُن کے ساتھیوں کے بارے میں ہے۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

قبر پر عمارت کی تعمیر کی ممانعت

عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ : ((نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَنْ يُّجَصَّصَ الْقَبْرُ وَاَنْ يُّقْعَدَ عَلَيْهِ وَاَنْ يُّبْنٰى عَلَيْهِ)) (رواہ مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو چونے سے پختہ کرنے، اس پر بیٹھنے اور اس پر عمارت تعمیر کرنے سے روک دیا ہے۔‘‘

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

10 تا 16 ربیع الثانی 1432ھ — جلد 20
15 تا 21 مارچ 2011ء — شمارہ 11

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
ایوب بیگ مرزا — محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات!

ملک کے مسائل جتنے گھمبیر اور پیچیدہ ہو چکے ہیں اور صورت حال جتنی تشویشناک ہے نہ صرف یہ کہ ایک سیاسی پارٹی کی حکومت بلکہ کل سیاسی قیادت بھی ان مسائل اور حالات سے نبرد آزما نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا تمام سیاسی جماعتیں، مذہبی جماعتیں، فوج، عدلیہ اور میڈیا مل بیٹھے تاکہ ملک کو اس خطرناک صورتحال سے نکال باہر کیا جا سکے۔ یہ ہے اُس تجویز کا لُبِ لباب جو ملک کی شاید سب سے بڑی سیاسی جماعت مسلم لیگ (ن) کے صدر شہباز شریف نے اپنے برادرِ بزرگ میاں نواز شریف کے مشورہ سے حکومت وقت کے آگے رکھی ہے۔ سکون اور ٹھہراؤ کی کیفیت ہو تو تالاب میں پھینکا گیا چھوٹا سا کنکر بھی ارتعاش پیدا کر دیتا ہے۔ لیکن کسی دریا کی لہریں اگر پہلے ہی ہنگامہ خیز ہوں تو ارتعاش پیدا کرنے کے لیے کسی چٹان کو دریا میں دھکیلنا ہو گا۔ مذکورہ بالا تجویز دے کر میاں برادران نے ایک بڑی چٹان بلندی سے دریا میں گرا دی جس نے سب کو حیران بلکہ ششدر کر دیا ہے۔ ایک طوفان کھڑا ہو گیا ہے۔ اسے جمہوریت کی نفی قرار دیا جا رہا ہے۔ ایک مشہور و معروف سیاسی تجزیہ نگار نے اسے ایک فوجی کے میدانِ جنگ میں ہتھیار پھینکنے کے مترادف قرار دیا ہے۔ اسے جمہوریت دشمنی قرار دیا جا رہا ہے۔ البتہ یہ تبصرہ بھی سامنے آیا ہے کہ میاں برادران فوجی مداخلت کا خطرہ سونگھ رہے تھے لہٰذا فوجیوں کو ایسی کانفرنس میں onboard لے کر مارشل لاء کے نفاذ سے بچنے کی کوشش کی گئی ہے، وغیرہ وغیرہ۔

12 اکتوبر 1999ء سے لے کر اس تجویز کے پیش کرنے سے پہلے تک میاں برادران نے کچھ ایسا انداز اختیار کیا ہوا تھا جیسے فوجی جرنیل کوئی اچھوت ہوں۔ اس ملک میں ہر شخص کو بولنے کا اور رائے دینے کا حق ہے، ہر کسی سے مشاورت ہو سکتی ہے، لیکن فوجی جرنیلوں سے کوئی بات نہیں ہو گی، کوئی مشورہ نہیں ہو گا۔ کیری لوگر بل کی توہین آمیز شِقوں کی مسلم لیگ (ن) سمیت ملک کے طول و عرض میں مخالفت ہوئی۔ فوج نے بھی عوامی جذبات کا ساتھ دیتے ہوئے اس کے خلاف ایک پریس ریلیز جاری کی، لیکن میاں نواز شریف سخت برہم ہوئے کہ فوج کو اس کی مخالفت میں میڈیا میں آنے کی کیا ضرورت تھی۔ موجودہ عدلیہ کے گو شریف فیملی سے بڑے مناسب تعلقات ہیں، لیکن عدلیہ کی حقیقی آزادی اور ایسی آزادی کہ وہ قدم قدم پر حکومت کو ٹوکے، میاں صاحب اسے پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھ رہے تھے۔ اٹھارہویں ترمیم میں بعض شقیں جو عدلیہ کو بڑی ناگوار گزری ہیں مسلم لیگ (ن) کی مکمل حمایت سے شامل کی گئی تھیں۔ اس پس منظر میں میاں برادران کی طرف سے ایسی تجویز سامنے آنا کہ فوج اور عدلیہ کو سٹیک ہولڈرز تسلیم کرتے ہوئے کسی آل پارٹیز کانفرنس یا کسی بھی عنوان کے تحت اُنہیں ساتھ بٹھا کر ملک کے اہم ترین معاملات میں کوئی بنیادی فیصلے کیے جائیں، ایک انقلاب دکھائی دیتا ہے۔ ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں کہ یہ تجویز پیش کرتے ہوئے میاں برادران کی نیت کیا ہے، نیتوں کے راز اللہ ہی جانتا ہے۔ کیا وہ اس تجویز سے کوئی ذاتی یا سیاسی مقاصد حاصل کرنا چاہتے ہیں یا واقعتاً وہ ملک کو شدید خطرات میں گھرا ہوا دیکھ کر اور پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت کی غیر سنجیدگی کو محسوس کرتے ہوئے صرف اور صرف ملک کو بچانے کے لیے ایسی تجویز دینے پر مجبور ہوئے ہیں۔ بہر حال جو کچھ بھی ہے ہم سمجھتے ہیں کہ اُن کی اس تجویز کو سنجیدگی سے لیا جانا چاہیے۔ مغربی جمہوریت جن کے لیے ایمان کی حیثیت رکھتی ہے، اولاً تو اس حوالہ سے اُن کا ہر ہر عمل اور کردار اُن کی منافقت کو عیاں کرتا ہے، لیکن فرض کریں کہ وہ جمہوریت سے مخلص بھی ہوتے تو پاکستان کے جینز میں جو بنیادی عنصر شامل ہے اور پاکستان کے وجود کے جو اجزائے ترکیبی ہیں، خالص مغربی جمہوریت بھی پاکستان کو ایک مضبوط اور مستحکم ملک نہیں بنا سکتی تھی۔

ہماری پُر زور رائے ہے کہ مجوزہ کانفرنس منعقد ہونی چاہیے، تمام سٹیک ہولڈرز سر جوڑ کر بیٹھیں اور

پاکستان کی کشتی کو بھنور سے نکالنے کے لیے کوئی مشترکہ اور متفقہ لائحہ عمل تیار کریں۔ ہماری کوئی حیثیت نہیں، ہم جانتے ہیں کہ نقار خانے میں طوطی کی کون سنے گا لیکن مشورہ امانت ہوتا ہے۔ ع شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات۔ ہم وہ بات ضرور کہیں گے جو ملک وقوم اور اُمت مسلمہ کے مفاد میں ہے۔ سب سے پہلے یہ طے کرنا ہوگا کہ وہ کونسی شے ہے جو اہل پاکستان کے لیے قدرِ مشترک کی حیثیت رکھتی ہے۔ پاکستان کے چار صوبے ہیں۔ لسانی لحاظ سے دیکھا جائے تو چاروں میں کم از کم چار مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں۔ کچھ لوگ اردو کو پاکستان کی واحد قومی زبان بنانا چاہتے ہیں۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ یہ پاکستان میں بولی جانے والی واحد زبان ہے جو ہر صوبہ میں کچھ نہ کچھ سمجھی جاتی ہے، لیکن اردو کو بطورِ واحد قومی زبان تو قائداعظم جیسا غیر متنازعہ لیڈر اور فادر آف دی نیشن بھی بھلے وقتوں میں دوسروں سے منوا نہ سکا، آج یہ بات کون سا لیڈر منوا سکے گا؟ چاروں صوبوں کا کلچر مختلف ہے۔ رہن سہن، بود و باش یکسر مختلف ہے۔ یہاں تک کہ رسم و رواج مختلف ہیں۔ جغرافیائی سطح پر سندھ اور بلوچستان کو سمندر کا ساحل حاصل ہے، پنجاب land locked ہے۔ سابقہ صوبہ سرحد اور حالیہ خیبر پختون خواہ از سرتا پا افغانیوں سے مشابہت اور مماثلت رکھتا ہے۔ اُسے پنجاب اور سندھ سے کیا لینا دینا۔ اداروں پر نظر ڈالیں، تمام ادارے مردہ ہو چکے ہیں۔ کسی میں زندگی کی رمق نہیں۔ حکمرانوں نے اپنے ہاتھوں سے اُن کی گردن دبائی ہے اور انہیں موت کی نیند سلایا ہے۔ صرف فوج کا ادارہ بچا ہے، اگرچہ وہ بھی دہشت گردی کی مضحکہ خیز جنگ لڑتے لڑتے نڈھال ہو چکا ہے، لیکن اِس ادارے کو پنجاب کے ساتھ زبردستی نتھی کر کے باقی صوبے اسے بھی ختم کرنے کے درپے ہیں۔ لسانی اور صوبائی عصبیت اور مذہبی فرقہ واریت کو غیر ملکی ایجنسیاں بڑی کامیابی سے ہوا دے رہی ہیں۔

سوچیے تو سہی، کونسی قدرِ مشترک ہے؟ کس شے کو نکتہ اتحاد بنا کر مشترکہ اور متفقہ لائحہ عمل مرتب کیا جا سکتا ہے اور عملی شکل دے کر ڈوبتی کشتی کو کنارے لگایا جا سکے گا؟ ان حالات میں وردی اور متحرک اور فعال جوڈیشری بھی سیاست دانوں کو کیا سہارا دے سکے گی؟ عین ممکن ہے کہ نشستند، گفتند اور برخاستند کشیدگی کو مزید بڑھا دے۔ پھر کیا ہونا چاہیے؟ کیا اس ملک کو خودکش دھماکوں سے جھلسنے دیں؟ کیا مثالی کرپشن سے آنکھیں بند کر لیں تاکہ وہ ناؤ کو سمندر کی تہہ میں لے جائے؟ کیا نااہلی اور بیڈ گورننس کے ہاتھوں ملک تباہ ہوتے خاموشی سے دیکھتے رہیں؟ نہیں، ہرگز نہیں! تصور میں خود کو 40 کی دہائی میں لے جائیں۔ بنگالیوں، سندھیوں، پنجابیوں، پٹھانوں اور بلوچوں میں یہ سب اختلافات موجود تھے۔ اگر یہ positive point موجود تھا کہ لوگوں کا اخلاق اور کردار بہتر تھا تو یہ منفی نکتہ بھی موجود تھا کہ انگریز حکمران اور دولت مند و منظّم ہندو مخالفت میں ڈٹے ہوئے تھے۔ لیکن ایک نعرے نے اختلافات کو بھی زیرو کر دیا اور انگریز و ہندو کی مشترکہ قوت کو بھی شکست فاش سے دوچار کر دیا وہ نعرہ تھا۔ ’’پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ!‘‘ آج کے پاکستان پر نگاہ ڈالیں، اختلافات ہی اختلافات ہیں، لیکن تحفظِ ناموس رسالت کے لیے تحریک چلتی ہے تو خیبر سے کراچی تک ایک ہو جاتے ہیں، لیکن یہاں رک جائیے، ذرا ٹھہریے، ایک بہت بڑا فرق کرنا ہوگا۔ وہ یہ کہ اس نعرہ کو اب مکمل کرنا ہوگا اور اسے عملی شکل بھی دینا ہوگی۔ وگرنہ اب محض خالی خولی نعرہ الٹا اثر دکھائے گا۔ اب اس میں ’’محمد رسول اللہ‘‘ کا اضافہ کرنا ہوگا اور اسے شروع سے آخر تک اور چھوٹے سے بڑے تک سب پر یکساں عملاً نافذ کرنا ہوگا۔ یعنی پندرہ سو سال پہلے والا سماں پیدا کرنا ہوگا۔ خلیفہ وقت مخدوم نہیں خادم ہوگا، اُسے دریائے سندھ کے کنارے بھوکے مرنے والے کتے کی ذمہ داری بھی اپنے سر لینا ہوگی۔ اُسے اپنے لمبے کُرتے کا حساب بھی سرِعام دینا ہوگا۔ اُسے عام شہری بھی عدالتی کٹہرے میں کھڑا کر سکے گا۔ ہم ان سب سر جوڑ کر بیٹھنے والوں کو باآوازِ بلند بتائے دیتے ہیں کہ زبردستی کا پیدا کردہ مصنوعی اشتراک اور اتفاق کچے گھروندے کی مانند بادِ مخالف سے زمین بوس ہو جائے گا۔ بے بنیاد عمارت حوادث کا مقابلہ نہ کر سکے گی۔ ’’حی علی الصلوٰۃ حی علی الصلوٰۃ‘‘ کی صدا ہی آقا اور غلام کو ایک صف میں کھڑا کر سکتی ہے اور کالے گورے اور عربی و عجمی کا فرق مٹا سکتی ہے۔ یہ معاشرہ انصاف کا بھوکا ہے، یہاں دیانت اور امانت کا قحط ہے، دیوار پھلانگ کر گن پوائنٹ پر لُوٹنے والوں سے ایئر کنڈیشنڈ کمروں میں بیٹھ کر پین پوائنٹ سے لوٹنے والے کہیں زیادہ بڑے ڈاکو ہیں۔ تمام برائیوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے اسلام کے دامن میں پناہ لینی ہوگی۔ پاکستان اور اسلام لازم ملزوم ہیں۔ اسلام بحیثیت نظام نافذ نہیں ہوگا تو پاکستان اپنا جواز کھو بیٹھے گا۔ یاد رکھیے، جو شے اپنا جواز کھو بیٹھے اُس کا مقام کوڑا دان ہوتا ہے۔ کاش سیاست دان، فوج، عدلیہ اور میڈیا جان لیں کہ جسدِ پاکستان میں اسلام کی حیثیت روح کی ہے۔ موجودہ پاکستان ایک بے روح لاشہ ہے جسے ہم گھسیٹ رہے ہیں اور دنیا قہقہے مار مار کر اسے نوچ رہی ہے۔ آیئے! اپنی شناخت کریں، ہم مسلمان ہیں۔ ہمیں صرف اسلامی نظام ہی محفوظ و مامون بنا سکتا ہے۔ وما علینا الا البلاغ!

پریس ریلیز: 04/ مارچ 2011ء

اقلیتی امور کے وزیر شہباز بھٹی کا قتل اُن پس پردہ قوتوں کی کارروائی ہے جو ریمنڈ ڈیوس کو رہا کروانا چاہتی ہیں

حافظ عاکف سعید

اقلیتی امور کے وزیر شہباز بھٹی کا قتل اُن پس پردہ قوتوں کی کارروائی ہے جو ریمنڈ ڈیوس کو رہا کروانا چاہتی ہیں۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی میں خطابِ جمعہ کے دوران کہی۔ اُنھوں نے کہا کہ پاکستان میں ایسے امریکی جاسوسوں کا جال بچھا ہوا ہے جو قتل و غارت کا بازار گرم کرتے ہیں اور پھر اس دہشت گردی کو نام نہاد تحریک طالبان پاکستان کے سر مونڈ دیتے ہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ سینکڑوں کی تعداد میں امریکی دہشت گرد اسلام آباد کے رہائشی علاقوں میں پھیلے ہوئے ہیں جو اس نوع کی دہشت گردی اور ٹارگٹ کلنگ سے پاکستان کو ایک ناکام اور دہشت گرد ریاست ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ اسلامی ریاست اقلیتوں کی جان، مال اور عزت کی حفاظت کی ذمہ دار ہوتی ہے۔ انھوں نے کہا کہ شہباز بھٹی 295-C میں ترمیم تو کروانا چاہتے تھے لیکن وہ کبھی توہین رسالت کے مرتکب نہیں ہوئے تھے۔ بلیک واٹر یا اُس جیسی دوسری خفیہ دہشت گرد تنظیمیں درحقیقت اس کارروائی کو تحریک ناموسِ رسالت کے کارکنوں کے کھاتے میں ڈال کر حکومت اور مذہبی جماعتوں کے درمیان تصادم کروانا چاہتی ہیں تاکہ اس آڑ میں ریمنڈ ڈیوس کو رہا کروایا جا سکے۔ انھوں نے کہا کہ قوم متحد ہو کر ان امریکی اور اسرائیلی غنڈوں کا مقابلہ کرے اور ان کے خطرناک عزائم کو ناکام بنا دے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی پاکستان)

توبہ کی فضیلت اور رحمتِ الٰہی کی وسعت

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن لاہور میں

امیر تنظیم اسلامی محترم **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ کے 4 مارچ 2011ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[سورۃ الزمر کی آیات 53 تا 63 کی تلاوت اور خطبہ مسنونہ کے بعد]

حضرات! اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں سے دو نام رحمٰن اور رحیم ہیں۔ اللہ تعالیٰ بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اُس کی رحمت ہر شے کو محیط ہے۔ حدیث کے مطابق اللہ نے اپنی رحمت کے سو حصے کیے۔ 99 حصے اپنے پاس رکھے اور ایک حصہ جملہ مخلوقات میں تقسیم کر دیا۔ اسی رحمت کے مظاہر ہم والد کی شفقت، ماں کی ممتا، بہن بھائیوں کی باہمی لگن اور زوجین کی ایک دوسرے سے محبت کی صورت میں دیکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ حیوانات میں بھی اسی رحمت کے ایک حصے کا ظہور نظر آتا ہے۔ لیکن اللہ کی رحمت کا ایک اور خاص پہلو بھی ہے، جس کی ہمیں بہت شدید احتیاج ہے، اور جس کی طرف قرآن میں بار بار اشارہ کیا گیا ہے، وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف فرمانے والا ہے۔ کوئی بھی انسان ایسا نہیں جس سے گناہ و برائی کا صدور نہ ہوتا ہو۔ انسان خطا کا پتلا ہے۔ اس سے حقوق اللہ کی ادائیگی میں کوتاہی ہو جاتی ہے۔ حقوق العباد کے معاملے میں کوئی کمی رہ جاتی ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((كُلُّ بَنِي آدَمَ خَطَّاءٌ وَخَيْرُ الْخَطَّائِينَ التَّوَّابُونَ)) (جامع ترمذی)

"تمام انسان خطا کار ہیں اور سب سے اچھے خطا کار وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔"

جب خطائیں ہر انسان سے سرزد ہوتی ہیں تو اُسے اُن کی معافی کی بھی شدید ضرورت ہے۔ گناہوں سے معافی کا راستہ اللہ کے حضور سچی توبہ ہے۔ اللہ نے یہ راستہ کھلا رکھا ہے، تاکہ جب بھی انسان میں اپنے گناہوں پر ندامت پیدا ہو، تو وہ توبہ کر کے صحیح راستے پر پلٹ آئے، اور یہ چیز اللہ کو بہت پسند ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے کہ میں سب خطاؤں کو معاف کرنے والا ہوں۔ چنانچہ ہر دور میں انبیاء و رسل یہی پکار لگاتے رہے کہ اللہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ، وہ تمہاری سب خطاؤں کو معاف کر دے گا اور اپنی رحمتوں کے دروازے تم پر کھول دے گا۔

﴿وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ﴾ (ھود:52)

"اور اے قوم! اپنے پروردگار سے بخشش مانگو، پھر اس کے آگے توبہ کرو۔"

سورۂ طٰہٰ میں فرمایا:

﴿وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴿۸۲﴾﴾

"اور جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے، پھر سیدھے راستے پر چلے اس کو میں بخش دینے والا ہوں۔"

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں معاف کرنے والا ہوں، ہر اُس شخص کو جو تین شرطیں پوری کرے۔ توبہ کرے، یعنی احساس ندامت کے ساتھ اللہ کی جناب میں رجوع کرے۔ دوسرے، ایمان لائے یعنی تجدید عہد کرے کہ ایمان کے تقاضوں کو پورا کرنے میں مجھ سے جو کوتاہی ہو گئی ہے، آئندہ اُس سے بچنے کی کوشش کروں گا۔ تیسرے، اپنے عمل کی اصلاح کرے، اپنے عمل سے ثابت کرے کہ اُس نے اللہ سے صرف وعدہ ہی نہیں کیا، بلکہ اصلاح کے لیے مقدور بھر کوشش بھی کر رہا ہے۔ اُس نے گناہوں کو ترک کر دیا ہے اور آئندہ بھی اُن سے بچنے کے لیے شعوری طور پر کوشاں رہے۔ ہاں، اِس کوشش کے باوجود بھی اگر وہ اپنی اصلاح نہیں کر پاتا تو اللہ اُس کی کوشش کو دیکھ رہا ہے۔ وہ غفور رحیم ہے۔

توبہ کی قبولیت کے حوالے سے یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ جیسے ہی گناہ کا صدور ہو، انسان فوراً سچے دل سے اللہ کی طرف متوجہ ہو، ندامت اور پشیمانی کی کیفیت میں اُس کی جانب رجوع کرے، اُس سے مغفرت طلب کرے، سچی توبہ کرے۔ ایسے شخص کی توبہ کا قبول کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ واجب کر لیا ہے۔ اُس کی توبہ اللہ ضرور قبول کرتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا گیا: ﴿اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷﴾﴾ (النساء) "اللہ اُنہیں لوگوں کی توبہ قبول فرماتا ہے جو نادانی سے بری حرکت کر بیٹھتے ہیں' پھر جلد توبہ کر لیتے ہیں۔ پس ایسے لوگوں پر اللہ مہربانی کرتا ہے اور وہ سب کچھ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے۔"

یعنی اگر آدمی غفلت یا نادانی میں یا جذبات کی رو میں بہہ کر کوئی غلط کام کر بیٹھے، لیکن فوراً بعد اُسے گناہ کا احساس ہو جائے تو وہ سچی توبہ کر لے، اِس بات کا انتظار نہ کرے کہ کل توبہ کروں گا، یا ابھی دور جوانی ہے، عیش و نشاط کا زمانہ ہے، بڑھاپے میں اللہ کی جانب رجوع کر لوں گا۔ نہیں، بلکہ اُسی وقت توبہ نصوح کرے تو اُس کی توبہ ضرور شرف قبولیت پاتی ہے۔ یہ شخص اُس سائیکل سوار کی طرح ہے کہ اگر اُسے کہیں سڑک پر حادثہ پیش آ جائے، سائیکل سے گر جائے، اُس کے کپڑے آلودہ ہو جائیں، اُس کو کوئی زخم لگ جائے، تو اُس وقت وہ یہ نہیں دیکھتا کہ اُس کے کپڑے گندے ہو گئے ہیں، یا

اُسے کوئی زخم لگا ہے، بلکہ وہ فوراً اُٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ اور اُس کے بعد زخم یا کپڑوں پر اُس کی نظر جاتی ہے۔ ایک نیک آدمی کا یہی حال ہوتا ہے۔ اُس سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے، تو وہ فوراً نادم و پشیمان ہو کر اُس پر سچی توبہ کرتا ہے۔ وہ یہ نہیں سوچتا کہ کل توبہ کروں گا یا پھر بڑھاپے میں کرلوں گا بلکہ اُسی وقت توبہ کرتا ہے۔ اِس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔ چراغ زندگی کسی بھی لمحے گل ہو سکتا ہے۔ کیا خبر حیات مستعار اُسے بڑھاپے تک مہلت دیتی بھی ہے یا نہیں اور اگر بڑھاپے کو پہنچ بھی گیا تو اِس بات کی کیا ضمانت ہے کہ مرنے سے پہلے وہ توبہ کر لے گا۔ ممکن ہے کہ اُس کی موت کسی حادثے کے نتیجے میں آ جائے، یا وہ کسی اور ناگہانی موت کا سامنا کر لے۔

وہ کون سے لوگ ہیں کہ جن کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ اُن کے تذکرہ میں فرمایا: ﴿وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَعْتَدْنَا لَھُمْ عَذَابًا اَلِـيْمًا ⑱﴾ ''اور ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو (ساری عمر) بُرے کام کرتے رہے، یہاں تک کہ جب اُن میں سے کسی کی موت آ موجود ہو تو اس وقت کہنے لگے کہ اب میں توبہ کرتا ہوں اور نہ اُن کی (توبہ قبول ہوتی ہے) جو کفر کی حالت میں مریں۔ ایسے لوگوں کے لئے ہم نے عذاب الیم تیار کر رکھا ہے۔''

توبہ کا دروازہ موت کے وقت تک کھلا ہے، اللہ تعالیٰ نے پوری زندگی انسان کو مہلت عطا کر رکھی ہے۔ جب بھی معصیت اور نافرمانی کو ترک کر کے وہ سچی توبہ کرے اور بندگی کی صراط مستقیم پر لوٹ آئے، تو اُسے معاف فرما دیتا ہے، مگر اُس انسان کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو پوری زندگی بغاوت اور سرکشی میں گزار دے، لیکن جب موت کا وقت آئے، آثار شروع ہو جائیں اور اُس وقت توبہ کرے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ اس وقت تک قبول کرتا ہے جب تک غرغرہ کی کیفیت شروع نہ ہو۔'' موت کے وقت تو فرعون نے بھی توبہ کی تھی، مگر مسترد کر دی گئی۔

سورۃ الزمر کے چھٹے رکوع میں ہم گناہ گاروں کے لیے انتہائی امید افزا پیغام ہے۔ آیئے، اس کا مطالعہ کریں۔ اس کی پہلی آیت میں اللہ کی شان رحمت اور شان غفاری کا ذکر ہے۔ فرمایا:

﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿٥٣﴾﴾

''(اے پیغمبر ﷺ میری طرف سے لوگوں سے) کہہ دو کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا اللہ تو سب گناہوں کو بخش دیتا ہے (اور) وہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔''

یہ الفاظ بہت ہی خوبصورت ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے ذریعے اپنے بندوں سے ''یعبادی'' کہہ کر مخاطب ہے۔ کہ اے نبی، میرے اُن بندوں سے کہہ دیجیے کہ جنہوں نے اپنی جان پر ظلم کیا...... اپنی جان پر ظلم سے مراد گناہ ہے۔ جو لوگ گناہ کرتے ہیں وہ حقیقت میں اپنی جان پر ظلم ڈھاتے ہیں۔ وہ اللہ کے احکامات توڑ کر اللہ کا کوئی نقصان نہیں کرتے خود اپنے ساتھ زیادتی کرتے ہیں کہ اِس سے اُن کی عاقبت برباد ہوتی ہے۔ اللہ کی طرف سے بندوں کو یہ پیغام دیا جا رہا ہے کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ تم سے خواہ کتنے ہی گناہ سرزد ہوئے ہیں، میری رحمت کی وسعت کو نہیں پہنچ سکتے۔ میں غفور رحیم ہوں۔ تمہارے سب گناہوں کو معاف کر دوں گا —— اس آیت سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ انسان کو گناہوں کا کھلا لائسنس دے دیا گیا ہے۔ اب جو چاہے کرے، اللہ بخش دے گا۔ نہیں، بلکہ یہاں ایک امید افزا پیغام دیا گیا ہے، اُن لوگوں کے لیے جن کی زندگی گناہوں سے بری طرح اَٹی ہوئی ہے۔ عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ جس شخص نے پوری زندگی اللہ کی نافرمانی کی ہو، جب کبھی اُسے اپنے گناہوں کو چھوڑنے اور اللہ کی طرف رجوع کرنے کا احساس ہوتا ہے تو شیطان اڑنگا لگاتا ہے اور اندر سے آواز آتی ہے کہ تجھ سے تو اتنے زیادہ گناہ سرزد ہو گئے، تم نے اتنے زیادہ جرائم کیے ہیں کہ اُن کا شمار نہیں، اب کیا توبہ کرتے ہو۔ چھوڑو توبہ کو، اُسی راستے پر چلے چلو جس پر چل رہے ہو۔ یہ گویا انسانی نفسیات کا مسئلہ ہے۔ یہاں اس کا علاج کیا گیا ہے کہ میرے بندو، خواہ تمہاری ساری زندگی گناہوں کی دلدل میں گزری ہو، ایک لمحہ بھی ایسا نہ گزرا ہو جس میں تم نے اللہ کی نافرمانی نہ کی ہو، مگر میری جانب سچے دل سے آتے ہو تو پوری اُمید اور یقین کے ساتھ آؤ، میں تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمانے والا ہوں۔ اس سلسلے میں سو افراد کے قاتل کی معافی کا وہ واقعہ بڑا سبق آموز ہے جو احادیث میں بیان ہوا ہے۔

اللہ کی رحمت سے کسی حال میں بھی مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ مایوسی کفر ہے۔ ایک مسلمان کا کام یہ ہے کہ اگر پہاڑ کی چٹانوں اور سمندر کی موجوں کے برابر بھی مایوس کن حالات پیش آئیں تب بھی اللہ کی رحمت کی آس لگائے رکھے، اور اُس کے اندر امید کا دیا بجھنے نہ پائے۔ سورۂ یوسف میں حضرت یعقوب علیہ السلام اور اُن کے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ مذکور ہے۔ یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو گھر سے باہر لے جا کر ایک کنویں میں پھینک دیا تھا اور واپس آ کر بہانہ یہ کیا کہ انہیں بھیڑیا کھا گیا۔ اللہ نے اپنی تدبیر سے انہیں بچا لیا اور مصر میں حکومت کے اعلیٰ رتبے پر فائز کر دیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام بیٹے کی جدائی پر ہر وقت روتے رہتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد اُن کے بیٹے اُن کی اجازت سے اپنے دوسرے سوتیلے بھائی بنیامین کو بھی مصر لے گئے۔ مگر جب وہ مصر سے واپس آنے لگے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک تدبیر کر کے اُسے وہیں روک لیا۔ جب برادران یوسف کے واپس آنے پر حضرت یعقوب علیہ السلام کو یہ معلوم ہوا تو وہ بے حد پریشان ہوئے۔ ان کا دکھ اور اضطراب اور بڑھ گیا کہ پہلے ایک بیٹا جدا ہوا تھا، اب دوسرا بھی ہاتھ سے چلا گیا۔ اُن کے رنج و غم کی یہ کیفیت تھی کہ روتے رہتے تھے۔ مسلسل آنسو بہانے کی وجہ سے اُن کی بینائی بھی ختم ہو چکی تھی۔ مگر اس قدر غم و اندوہ میں بھی وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوئے۔ یہی نہیں اپنے بیٹوں کو بھی انہوں نے یہی نصیحت کی کہ اللہ کی رحمت سے ہرگز مایوس نہ ہوں۔ فرمایا: ﴿يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـــــَٔـسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يَايْـــــَٔـسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٨٧﴾﴾ (سورۂ یوسف) ''بیٹا (یوں کرو کہ ایک دفعہ پھر) جاؤ اور یوسف اور اس کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو کہ اللہ کی رحمت سے بے ایمان لوگ ناامید ہوا کرتے ہیں۔''

سورۃ الزمر کی اگلی آیت میں اللہ کی طرف رجوع کی دعوت دی گئی ہے:

﴿وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿٥٤﴾﴾

''اور اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آ واقع ہو اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرو اور اس کے فرمانبردار ہو جاؤ، پھر تم کو مدد نہیں ملے گی۔''

بتایا جا رہا ہے کہ اللہ کی رحمت تو بہت وسیع ہے، مگر اس سے استفادہ کے لیے لازم ہے کہ تم اُس کی جانب رجوع کرو، اُس کی طرف پلٹ آؤ، توبہ کا بھی یہی مفہوم ہے۔ تمہارا رخ ابھی اللہ کی طرف نہیں تھا۔ ساری زندگی نفسانی خواہشات کی پیروی اور شیطانی راستے پر

چلتے ہوئے گزاری دی۔ اب بھی اللہ کی طرف آ جاؤ، اُس کی طرف متوجہ ہو جاؤ، اپنا قبلہ سیدھا کرلو اور اُس کا تقاضا یہ ہے کہ اُس کے سامنے سر جھکا دو، اُس کی فرماں برداری کرو۔ اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو۔

یہ اللہ کی خصوصی رحمت ہے کہ اُس نے تمہارے لیے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔ لیکن یہ توبہ اور رجوع الی اللہ کا اِسی زندگی میں ہے۔ اللہ نے یہ مہلت عمر دی ہے، جب بھی اندر احساس پیدا ہو جائے فوراً اُس کی جانب متوجہ ہو جاؤ اس سے پہلے کہ تمہاری بداعمالیوں کے سبب تم پر اللہ کا عذاب آ جائے پھر تم اُس سے چھٹکارا پانا چاہو مگر کوئی تمہاری مدد نہ کر سکے۔ یعنی تم پر موت آ جائے یا دنیا میں کوئی عذاب آ جائے۔

﴿وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿٥٥﴾﴾

''اور اس سے پہلے کہ تم پر ناگہاں عذاب آ جائے اور تم کو خبر بھی نہ ہو اس نہایت اچھی (کتاب) کی جو تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل ہوئی ہے پیروی کرو۔''

اگر اللہ کی طرف رجوع اور اُس کی فرماں برداری کا تہیہ کر لیا ہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ اُس بہترین چیز کی پیروی کرو، جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور یہ چیز اللہ کی کتاب قرآن حکیم ہے اور اس کی وضاحت سنت رسولؐ ہے۔ قرآن و سنت کی شاہراہ پر گامزن ہو جاؤ۔ یہی سیدھا راستہ ہے، یہی صراط مستقیم ہے۔ تمہیں زندگی مہلت عمل کے طور پر دی گئی ہے۔ اس سے فائدہ اُٹھاؤ۔ مبادا یہ مہلت عمل ختم ہو جائے، تم پر نزع کا عالم طاری ہو اور توبہ کا دروازہ بند ہو جائے۔

﴿اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ﴿٥٦﴾﴾

''کہ (مبادا اس وقت) کوئی متنفس کہنے لگے کہ (ہائے ہائے) اس تقصیر پر افسوس ہے جو میں نے اللہ کے حق میں کی اور میں تو ہنسی ہی کرتا رہا۔''

ایسا نہ ہو کہ یہاں تم غفلت میں پڑے رہو اور کل قیامت کو یہ کہو کہ ہائے افسوس، میری اس کوتاہی پر جو اللہ کی بندگی کے معاملے میں مجھ سے ہوتی رہی۔ ہائے افسوس، میں اپنے رب کی نافرمانی کرتا رہا۔ اُس نے میری ہدایت کے لیے اعلیٰ اور کامل ہدایت نامہ بھیجا مگر میں نے اُس کی طرف کوئی توجہ ہی نہ کی۔ میں دنیا میں دین اور اہل دین کے ساتھ ہنستا رہا، اُن کا مذاق اڑاتا رہا۔ میں یہ خیال کرتا رہا کہ آخرت اور دوزخ یونہی ڈراوے کے تصورات ہیں۔ ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ زندگی تو بس یہی دنیا کی زندگی ہے۔ ؏ بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست۔ دنیا جائے عشرت ہے، اور اس کے بعد کوئی اور عالم نہیں۔ لہٰذا یہاں خوب کھاؤ پیو اور موج اُڑاؤ۔ آج کے دور میں پوری دنیا کا یہی فلسفۂ حیات ہے۔ مسلمان بھی یہی فلسفۂ زندگی اپنائے ہوئے ہیں۔ معاشرے میں کامیاب اُسی کو سمجھا جاتا ہے جو اپنی زندگی کا ہر ہر لمحہ مسرت اور خوشی میں گزار دے۔ اپنی زندگی کو خوب پر آسائش بنا دے۔ اس کے برعکس وہ شخص جو حلال و حرام کا خیال رکھے، جائز و ناجائز کو ملحوظ رکھے، شرعی حدود و قیود کی پابندی کرتے ہوئے زندگی گزارے، حرام سے بچنے کے لیے تھوڑے پر قناعت کرے، اُسے ناکام خیال کیا جاتا ہے۔ اس فلسفۂ حیات سے بزدلی جنم لیتی ہے۔ ظاہر ہے، جب دنیا ہی کی زندگی سب کچھ ہوگی، آخرت پر یقین نہ ہوگا تو پھر بزدلی تو پیدا ہوگی۔ پھر زندگی کی قربانی انسان کیونکر دے سکے گا۔ افغانستان میں موجود امریکی اور نیٹو فوجی اتنے بزدل کیوں ہیں؟ اس لیے کہ اُن کے نزدیک زندگی سب سے قیمتی شے ہے، اُسے کسی صورت نہیں کھونا چاہیے اور موت اُن کے نزدیک سب سے زیادہ خوفناک شے ہے۔ اس کے برعکس معاملہ طالبان مجاہدین کا ہے۔ جو بے خطر آتش نمرود میں کود پڑے، اور امریکہ جیسی طاقت سے لڑنے کا فیصلہ کیا۔ اس لیے کہ اُن کی نگاہیں دنیا کی لذتوں اور راحتوں پر نہیں آخرت کی جنت پر ہیں، جس کا عرض زمین و آسمان جیسا ہے۔ سو وہ جان ہتھیلی پر رکھ کر معرکے سر کر رہے ہیں۔ آگے فرمایا:

﴿اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿٥٧﴾ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٥٨﴾﴾

''یا یہ کہنے لگے کہ اگر اللہ مجھ کو ہدایت دیتا تو میں بھی پرہیزگاروں میں ہوتا۔ یا جب عذاب دیکھ لے تو کہنے لگے کہ اگر مجھے پھر ایک دفعہ دنیا میں جانا ہو تو میں نیکوکاروں میں ہو جاؤں۔''

اگر یہاں اللہ کی طرف رجوع نہ کیا، اپنا قبلہ درست نہ کیا تو پھر وہاں یہ حسرتیں بہرحال ہوں گی، مگر بے سود۔ اُس وقت کی ندامت اور پشیمانی کسی کام نہ آئے گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

﴿بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٥٩﴾﴾

''کیوں نہیں، میری آیتیں تیرے پاس پہنچ گئیں مگر تو نے ان کو جھٹلایا اور شیخی میں آ گیا اور تو کافر بن گیا۔''

یعنی تیرے پاس یہ بتانے کے لیے کہ اگر اللہ کی ہدایت کے برعکس زندگی گزارو گے تو خوفناک انجام کا سامنا کرنا پڑے گا، میری کتاب آئی تھی، مگر تم نے استکبار کا مظاہرہ کیا، اُسے جھٹلایا، اس کو چنداں اہمیت نہ دی۔ اس کی طرف کچھ توجہ ہی نہ کی۔ تو اب تکلیف دہ عذاب کا مزہ چکھو۔

﴿وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ۭ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٦٠﴾﴾

''اور جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ بولا تم قیامت کے دن دیکھو گے کہ ان کے منہ کالے ہو رہے ہوں گے۔ کیا غرور کرنے والوں کا ٹھکانہ دوزخ نہیں ہے؟''

اللہ پر جھوٹ باندھنا عام طور پر شرک کے لیے آتا ہے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اس آیت کے حاشیے میں لکھتے ہیں کہ ''اللہ کی طرف سے جو سچی بات آئے اُس کو جھٹلانا یہ ہی اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے، کیونکہ جھٹلانے والا دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ نے فلاں بات نہیں کی، حالانکہ واقعہ میں کہی ہے۔ اس جھوٹ کی سیاہی قیامت کے دن اُن کے چہروں پر ظاہر ہوگی''۔ اور تکبر کی روش اپنانے والوں کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ اور وہاں نجات کن لوگوں کو ملے گی؟ فرمایا:

﴿وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۡ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْۗءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦١﴾﴾

''اور جو پرہیزگار ہیں ان کی (سعادت اور) کامیابی کے سبب اللہ اُن کو نجات دے گا۔ نہ تو ان کو کوئی سختی پہنچے گی اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔''

اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو عذاب جہنم سے بچالے گا جنہوں نے تقویٰ کی روش اختیار کی، گناہوں سے بچتے رہے، یہ خیال رکھا کہ ہم سے کوئی نافرمانی نہ ہو جائے۔ اِسی روش کا نام تقویٰ ہے۔ اور آخرت میں کامیابی اہل تقویٰ ہی کو ملے گی۔ انہیں وہاں کوئی گزند نہیں پہنچے گی۔ میدان حشر کے مراحل بہت سخت ہیں۔ اللہ انہیں ان کی سختی سے محفوظ رکھے گا، اور انہیں کوئی غم حزن نہ ہوگا۔ رکوع کے آخر میں فرمایا۔

﴿اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۡ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿٦٢﴾ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٦٣﴾﴾

''اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز کا نگران ہے۔ اسی کے پاس آسمانوں اور زمین کی کنجیاں ہیں اور جنہوں نے اللہ کی آیتوں سے کفر کیا وہی نقصان اٹھانے والے ہیں۔''

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں سچی توبہ کی توفیق عطا فرمائے اور آخرت کے عظیم خسارے سے بچائے۔ آمین

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

انقلاب یا سراب؟

اہلیہ انصار احمد

آج کل مسلم دنیا انقلاب کی زد میں ہے۔ پہلے تیونس، مصر اور اب لیبیا، اس کے علاوہ آس پاس کے علاقے بھی اس کی لپیٹ میں ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اچانک مسلم دنیا بھونچال کا شکار کیوں ہوگئی؟ ظاہر ہے کہ روحانی، معاشی اور سیاسی استحصال ہی اس کی وجہ ہے۔ یہ ممالک اس قدر گھٹن کا شکار ہیں کہ مذہبی یا ذہنی وفکری آزادی ایک خواب بن کر رہ گئی ہے جب کہ بے حیائی عروج پر ہے، اس پر کوئی پابندی نہیں۔ کرپشن اور امریکہ کی حد سے زیادہ فرماں برداری نے بھی عوام کو فرسٹریشن میں مبتلا کیا ہوا تھا۔ آخر یہ لاوا پھٹ پڑا اور اب یہ کیا کچھ بہا کر لے جائے گا، اس کے لئے نگاہ پردہ اٹھنے کی منتظر ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا اس سے امتِ مسلمہ کے مسائل حل ہوجائیں گے؟ کیا مسلمانوں کو وہ قیادت مل جائے گی جو ان کے جذبات کی ترجمانی کرے اور ان کا کھویا ہوا مقام دلانے کی کوشش کرے؟ یہ کہنا ابھی مشکل ہے کیونکہ امریکہ اس انقلاب کو ہائی جیک کرنے کی یقینی کوشش کرے گا۔ اصل میں امریکہ اور اسرائیل کی یہ خوبی (ہمارے نزدیک خامی) ہے کہ یہ حالات پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ حقیقت کے ساتھ تجزیہ کرتے ہیں اور مسلمانوں کے عروج وزوال، ان کے دین، قرآن پاک، احادیث اور ان میں کی گئی پیشین گوئیوں اور ہماری کمزوریوں اور قوت کے مراکز سب کا بغور جائزہ لیتے ہیں اور اس کی روشنی میں اپنی حکمتِ عملی طے کرتے ہیں۔ وہ شاید ہم سے زیادہ ہمارے بارے میں جانتے ہیں۔ ہمارے لئے تو یہ ''انقلاب'' اچانک ہوگا، مگر ان کے تھنک ٹینکس نے ان کو اس کی خبر ایک دوسال پہلے ہی دے دی ہوگی اور انہوں نے اس مسئلے سے نمٹنے کے لئے پلاننگ بہت پہلے ہی کرلی ہوگی۔ اور ویسے بھی مسلمانوں میں غداروں کی کمی نہیں۔ ایک ڈھونڈو ہزار ملتے ہیں۔ امریکہ کبھی بھی کسی ایک لیڈر پر بھروسا نہیں کرتا بلکہ اس نے غداروں کا ایسا جال بچھایا ہوا ہے کہ اگر مسلمان کسی ایک کے چنگل سے نکلتے ہیں تو دوسرے کے چنگل میں جا پھنستے ہیں۔ پاکستان کی مثال سامنے ہے۔ اس کی صرف صف اول کی قیادت ہی نہیں بلکہ دوسرے اور تیسرے درجے کی قیادت بھی اس کی مٹھی میں ہے الا ماشاء اللہ۔ اس لیے امریکہ کو کوئی پریشانی نہیں ہوتی۔ چنانچہ اگر یہ قیادت رخصت بھی ہوگئی تو اس بات کا اندیشہ ہے کہ آنے والی قیادت بھی ویسی ہی ہوگی، اور بے چارے عوام نہ جانے کتنے سالوں تک اس کے جال میں پھڑ پھڑاتے رہیں گے، کیونکہ اتنی جلدی تو دوبارہ اٹھنا عوام کے لئے ممکن نہیں ہوگا۔ بہر حال ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ''انقلاب'' کو حقیقی معنوں میں اسلامی انقلاب میں تبدیل فرمادے اور مسلمانوں کے عروج کی طرف پہلا قدم بنادے۔ ﴿وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ﴾ (آل عمران:53)

عرب ورلڈ تحریک کی بازگشت پاکستان میں بھی پہنچ گئی ہے۔ یہاں بھی ''انقلاب انقلاب'' کے نعرے بلند ہورہے ہیں۔ کچھ لوگ اس سے خوش ہیں اور کچھ ناخوش۔ لیکن اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہے کہ حالات جس سمت میں جارہے ہیں اور عوام کو جس طرح روحانی، معاشی اور سیاسی طور پر تاراج کیا جارہا ہے، اس کی بنا پر عوام کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوچکا ہے اور کوئی چھوٹی سی بھی غلطی عوام کو بھڑکانے کا سبب بن سکتی ہے۔ لیکن یہ سمجھنا حماقت ہوگی کہ امریکہ اس تمام تر صورتحال سے لاعلم ہے، یا یہ کہ اطمینان سے، یا بے بسی سے اس تماشے کو دیکھتا رہے گا اور پاکستان کو اپنے چنگل سے نکلنے دے گا۔ ہم اگر بغور حالات کا جائزہ لیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ امریکہ اپنی پلاننگ کا آغاز بھی کرچکا ہے۔ الطاف حسین کے منہ سے انقلاب کی باتیں اور اس کا تمام قومیتوں کا متحدہ جلسہ، پھر کشمیر اور عافیہ صدیقی کے بارے میں دیئے جانے والے بیانات سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ اس انقلاب کو ''ہائی جیک'' کرنے کے لئے اپنے کھیل کا آغاز کرچکا ہے۔ عوام کے تو ابھی ''وہم وگمان'' میں بھی نہیں ہے لیکن امریکہ بہادر نے ابھی سے بیانات دینا شروع کردیئے ہیں کہ پاکستان میں انقلاب کا خدشہ ہے۔ گویا امریکہ مکمل تیاری کرچکا ہے۔ چنانچہ اگر عوام کا غصہ بھڑکے بھی تو اسے کوئی خوف نہیں کیونکہ اس کے ''انٹرسٹ'' محفوظ ہیں۔

سوال یہ ہے کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ کیا خود کو حالات کے بہتے دھارے میں چھوڑ دینا چاہیے؟ یا ایک خونی انقلاب برپا کرنا چاہیے، چاہے اس کے نتائج کچھ بھی نکلیں — یا پھر کوئی اور راہ بھی ہے؟ جی ہاں! ایک راہ اور بھی ہے۔ ہم جذباتی ہونے کی بجائے حقیقت پسند بنیں اور سمجھداری اور علم و تدبر سے حالات کا مقابلہ کریں۔ دشمن کے عزائم کو سمجھیں اور یہ جاننے کی کوشش کریں کہ دشمن ہماری کن باتوں سے خوف زدہ ہے اور ہمیں کس طور سے ان سے دور رکھنا چاہتا ہے؟ اس مقصد کے لیے کس انداز سے پروپیگنڈا اور سازشیں کررہا ہے۔ وہ ''کیا'' چیز ہے جس کا نام سننا بھی امریکہ کو گوارا نہیں؟ وہ کون سی چیزیں ہیں جن کی محبت اور اطاعت وہ ہمارے دلوں تک سے کھرچ دینا چاہتا ہے اور اس کے لئے ''یہودی کنجوس'' اربوں ڈالر تک خرچ کرنے سے بھی نہیں چونکتا۔ اور وہ کون سی خرابیاں اور کمزوریاں ہیں جو وہ ہمارے اندر دیکھنا اور پیدا کرنا چاہتا ہے اور اس کے لئے بھی اربوں ڈالر خرچ کرتا ہے۔ بالکل سیدھا سا فارمولا ہے ''دشمن کا فائدہ ہمارا نقصان اور ہمارا نقصان دشمن کا فائدہ''۔ امریکہ ہمیں قرآن، نبی کریم ﷺ کی ذات اور سنت مبارکہ، جہاد اور نظام خلافت کے قریب بھی دیکھنا نہیں چاہتا۔ حالانکہ اعتصام بالقرآن، حب رسول، اتباع نبی، جہاد اور خلافت ہی ہماری قوت، طاقت اور عروج کا ذریعہ ہیں؟ ''خلافت'' کا تو نام بھی سننا دشمن کو گوارا نہیں ہے اور اُس کا ذکر بھی اُس نے ہمارے ذہنوں سے محو کردیا ہے۔ چنانچہ ہر وقت جمہوریت، جمہوریت کی رٹ لگائی جاتی ہے۔ کیا ہم اتنی بھی عقل نہیں رکھتے کہ یہ جان لیں آخر خلافت میں ایسی کیا طاقت ہے کہ دشمن اس سے خوفزدہ ہے اور ہمیں اس سے دور رکھنا چاہتا ہے؟ ہمیں اس حقیقت کو سمجھ لینا چاہیے کہ یہی وہ گمشدہ راہ ہے جس سے ہم بھٹک گئے ہیں۔ خلافت ہی

تو وہ نظام ہے جو ہمیں ایک اکائی بناتا ہے اور ہماری کمزور انگلیوں کو متحد کر کے ایک ایسا مکا بناتا ہے جو دشمن کی جارحیت کا منہ توڑ جواب دینے کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ اس لئے اے میرے مسلمان بہن بھائیو! دشمن کی مکاری ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ اللہ کی فرمانبرداری، قرآن سے تمسک، نبی کریم ﷺ کی اتباع، جہاد اور خلافت کے لئے خود کو تیار کرو اور ان سب کے ساتھ تفرقے، عصبیت اور منکرات سے خود کو بچاؤ، کیونکہ یہی وہ خرابیاں ہیں جو دشمن ہمارے اندر پیدا کرنا چاہتا ہے اور ان سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ بے حیائی وہ ناسور ہے جو ہمارے معاشرے کو گھن کی طرح کھا رہی ہے اور ہمیں بے حس بنانے کے ساتھ ساتھ دنیا کی محبت ورغبت دل میں پیدا کر کے، آخرت سے بے خوف کرتی ہے۔ ہمیں جان لینا چاہیے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایمان اور بے حیائی ایک دل میں نہیں رہ سکتے۔ اب ہمیں یہ فیصلہ کرنا ہے کہ ہم کس کو اپنے دل میں جگہ دیں گے اور وہ کیا چیز ہے جو ہمیں ''اوج ثریا'' میں مقیم کرسکتی ہے اور کیا تحت الثریٰ میں دفن۔ یہودیوں کا یہ تجزیہ ہے کہ جب فجر کی نماز میں اتنے نمازی ہوں جتنے جمعے کی نماز میں ہوتے ہیں تو مسلمانوں کا عروج اور یہودیوں کا زوال شروع ہو جائے گا۔ تو کیا اس سے بھی زیادہ کوئی آسان راستہ رہ جاتا ہے ہمارے لئے کہ ہم اپنے عروج کی طرف عزت ووقار کی طرف پہلا قدم بڑھائیں؟ کیا ہم اب بھی نہیں سمجھیں گے کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ''نماز'' کو اتنی اہمیت کیوں دی ہے؟ ایک طرف یہودیوں کا تجزیہ اور دوسری طرف قرآن پاک میں اللہ کا یہ ارشاد پاک: ﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ﴾ کیا ہماری رہنمائی کے لئے کافی نہیں؟ افسوس کہ ہم قرآن وحدیث سے رہنمائی لینے سے غافل ہیں۔ اگر ہم دشمن کے عزائم اور اس کے پروپیگنڈے کو سمجھیں اور قرآن وحدیث سے رہنمائی حاصل کریں، تو یہ ہے وہ راہ جو ہمیں یقینی کامیابی سے ہمکنار کرسکتی ہے اور یہی وہ راہ ہے جس سے ہمارا دشمن خوفزدہ ہے اور وہ ہمیں میڈیا کے ذریعے گمراہ کرتا رہتا ہے۔ یقین جانیں کہ اللہ کی رحمت، نصرت وکامیابی اور کافروں کی رسوائی اسی راہ پر چلنے میں ہے۔ اگر ہم اس راہ پر چلیں، اور احسان کی روش اپنائیں تو اللہ کی رحمت ضرور ہمارے شامل حال ہوگی۔ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ!

نیوز آف دی ایئر

70 فی صد خوشحالی کا مژدہ

وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے!

محمد اشرف

ادارہ ندائے خلافت نے وزیراعظم پاکستان یوسف رضا گیلانی کے ملک میں خوشحالی آجانے کے بیان پر قارئین کو تبصرہ کی دعوت دی تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ وزیراعظم کا یہ تجزیہ یقیناً حقیقت کا بیان اور صداقت کا ترجمان ہے کہ ملک میں 70 فی صد خوشحالی آچکی ہے۔ البتہ اس کے لیے یہ ضروری ہوگا کہ ''ملک'' سے مراد وزیراعظم کی ذات اور اُن کے پاس لیے جائیں۔ واقعتاً صرف وزیراعظم ہی ''پاکستان'' ہیں۔ ملک کی دولت جو وہ جمع کرسکتے تھے اس کا صرف 70% کرسکے ہیں اور قوم کو پیغام دے دیا کہ ملک میں 70% خوشحالی آگئی ہے۔ عوام الناس تو صرف کھیل کے مہرے ہیں۔ وہ چلتے ہیں اور وزیراعظم کی خوشحالی (پاکستان کی خوشحالی) ہوتی ہے۔ قوم کو نوید ہو کہ 30 فی صد خوشحالی ابھی آنی ہے۔ یعنی

ع وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے۔

Khilafat Forum

کیا شہباز بھٹی کے قاتلوں کو مذہبی جماعتوں کی پشت پناہی حاصل تھی؟
اس قتل کے پیچھے کون سی قوتیں کارفرما ہیں اور ان کا ایجنڈا کیا ہے؟
کیا امریکہ اس آڑ میں افغانستان کی جنگ پاکستان میں منتقل کرنا چاہتا ہے؟
کیا شہباز بھٹی اپنی مشکوک سرگرمیاں چھپانے کے لیے سیکورٹی سکواڈ ساتھ نہیں رکھتے تھے؟

دیکھیے وفاقی وزیر اقلیتی امور شہباز بھٹی قتل کے اصل محرکات کا سیاسی تجزیہ
تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org ''خلافت فورم'' میں

تجزیہ نگار : ایوب بیگ مرزا (ناظم نشرواشاعت)
میزبان : وسیم احمد

پروگرام کے بارے میں اپنی آراء وتجاویز media@tanzeem.org پر ای میل کریں

پیشکش: شعبہ سمع وبصر مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

آنحضورﷺ پر نبوت اور رسالت کی تکمیل

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا فکر انگیز خطاب

معزز حاضرین اور محترم خواتین! السلام علیکم و رحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آج جس موضوع پر مجھے گفتگو کرنا ہے، اس کے مختلف اجزاء پر میں پہلے بھی کئی مرتبہ گفتگو کر چکا ہوں۔ آج کی نشست میں میری کوشش ہوگی کہ ان اجزاء کو سمو کر ایک وحدت کی صورت میں پیش کروں، تاکہ ایک مکمل مضمون اپنے صغریٰ کبریٰ اور نتائج وعواقب سمیت آپ کے سامنے آجائے۔ میری کوشش یہ بھی ہوگی کہ اپنی گزارشات جوشِ خطابت کی بجائے دھیمے انداز میں اور دو اور دو چار کی طرح آپ کے سامنے رکھوں، تاکہ وہ بآسانی آپ کے ذہن نشین ہوجائیں اور آپ انہیں گنتی کے طور پر یاد کرسکیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اس کی توفیق عطا فرمائے۔

نبی اکرمﷺ پر نبوت ورسالت کا خاتمہ ہمارے ایمان کا جزو لاینفک ہے۔ اسے ایمان سے کسی طور بھی علیحدہ نہیں کیا جاسکتا۔ یہ عقیدہ امت مسلمہ کی تاسیس و بنیاد ہے۔ لیکن یہ بات واضح ہونی چاہیے کہ عقیدۂ ختم نبوت کے دو پہلو ہیں۔ ایک پہلو وہ ہے جس سے ایک بہت اہم قانونی وفقہی اور شرعی حکم ملتا ہے۔ علماء دین نے اس کو اجاگر کرنے میں خوب محنت کی۔ اس کام کے لیے اپنی زندگیاں صرف کیں۔ دوسرا پہلو وہ ہے جو زیادہ تر علمی نوعیت کا ہے۔ اس سے کوئی فقہی حکم تو نہیں ملتا، البتہ نبی اکرمﷺ کا انبیاء ورسل میں جو مقام ومرتبہ ہے، اس کی اصل اساس واضح ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے یہ اہم تر بات ہوگئی، لیکن چونکہ یہ علمی بات ہے، اس میں کوئی فقہی پہلو نہیں ہے، لہٰذا اس پر توجہ کم ہوئی ہے۔ اگر غور کیا جائے تو ختم نبوت کے یہ دونوں پہلو لفظ ''ختم'' کے اندر ہی موجود ہیں۔ ''ختم'' کا لفظ اردو اور عربی دونوں زبانوں میں دو معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ کوئی شے پہلے موجود تھی، مگر اب نہیں رہی تو کہیں گے کہ ختم ہوگئی ہے۔ مثلاً آٹا ختم ہوگیا، چینی ختم ہوگئی، پیسے ختم ہوگئے وغیرہ۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ کوئی شے تدریجاً ترقی کرتے ہوئے مکمل ہوگئی۔ جیسے ایک طالب علم کہتا ہے کہ میں نے اپنا کام ختم کرلیا۔ یا جیسے آرمی میں کسی گروپ کو کوئی خاص اسائنمنٹ دی جائے، تو اُس کام کو کامیابی سے انجام دینے کے بعد گروپ لیڈر اپنے کمانڈر سے کہتا ہے: mission accumplished۔ جو فریضہ ہمارے ذمہ عاید کیا گیا تھا، وہ ہم نے پورا کرلیا، ہم نے اپنا کام ختم کردیا۔ یہاں ختم سے مراد تکمیل ہے یعنی کسی شے کا تدریجاً ترقی کرتے ہوئے اپنے نقطۂ عروج کو پہنچ جانا اور کامل ہونا۔ ختم کے پہلے معنی کے اعتبار سے ختم نبوت کا مفہوم یہ ہے کہ نبوت پہلے تھی، اب نہیں ہے۔ یعنی نبوت کا دروازہ پہلے کھلا تھا، اب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند ہوگیا ہے۔ چنانچہ جس کسی نے بھی حضورﷺ کے زمانے میں یا آپؐ کے بعد دعویٰ نبوت کیا یا آئندہ کرے، وہ ملت اسلام سے خارج ہے۔ وہ کافر اور مرتد ہے، چاہے بظاہر وہ بڑا موحد ہو، نمازی اور روزے دار ہو، تقویٰ کا ڈھونگ رچائے ہوئے ہو، عالم اور فلسفی ہو۔ اور جس نے اس کی تصدیق کی وہ بھی کافر ہے۔ اور چونکہ اسلامی ریاست میں مرتد واجب القتل ہے، لہٰذا اُسے قتل کردیا جائے گا۔ یاد رہے کہ مرتد کا حکم اسلام سے پھرنے والے پر لگے گا۔ اگر کوئی یہودی عیسائی ہوجائے یا ہندو عیسائیت اختیار کرلے تو اُن سے کوئی تعرض نہ کیا جائے گا۔ یہ چونکہ بہت اہم معاملہ ہے، لہٰذا اس پہلو پر علماء نے بہت توجہ صرف کی ہے۔ عام طور پر ختم نبوت کے حوالے سے علماء کرام قرآن مجید سے صرف ایک آیت کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ میں آج اس کے ساتھ ایک دوسری دلیل بھی لاؤں گا۔ ختم نبوت کے موضوع پر ہونے والی تقریریں اور خطبات میں بالعموم سورۃ الاحزاب کی آیات 40 پیش کی جاتی ہے۔

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ﴾

''محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں بلکہ اللہ کے پیغمبر اور نبیوں (کی نبوت) کی مہر (یعنی اس کو ختم کردینے والے) ہیں۔''

یہ آیت اور ماقبل آیات بنیادی طور پر حضرت زیدؓ اور حضرت زینبؓ کے حوالے سے ہیں اور ایک قبیح رسم کی بیخ کنی سے متعلق ہیں۔ عرب میں منہ بولے بیٹے کی روایت چلی آتی تھی۔ اس روایت میں یہ بات بھی شامل تھی کہ اگر منہ بولے بیٹے کا انتقال ہوجائے، یا وہ اپنی کسی بیوی کو طلاق دے دے تو اس کی بیوی اُس کے منہ بولے باپ پر حرام رہتی تھی۔ وہ اس سے نکاح نہیں کرسکتا تھا۔ قرآن اس روایت کو توڑنا چاہتا تھا۔ چنانچہ یہ تعلیم دی گئی کہ منہ بولا باپ باپ نہیں۔ چنانچہ ان آیات کے نزول کے بعد زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، جنہیں حضورﷺ نے اپنا منہ بولا بیٹا بنایا تھا، اور لوگ انہیں زید بن محمد کہنے لگے تھے، دوبارہ زید بن حارثہ کہلانے لگے۔ دوسرے یہ کہ منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے نکاح جائز ہے۔ حضرت زید سے حضورﷺ نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنت جحش کی شادی کرائی۔ حضرت زینب انہیں پسند نہیں کرتی تھیں، اس لیے کہ وہ غلام رہ چکے تھے، اور عرب میں وہ شخص جو کبھی غلام رہا ہو، چاہے بعد میں آزاد ہوگیا ہو، کم تر درجے میں رہتا تھا۔ حضرت زینب بنی ہاشم کی خاتون تھی۔ وہ یہ سمجھتی تھی کہ حضرت زید میرے قابل نہیں ہے۔ حضورﷺ کے فرمانے پر انہوں نے شادی تو کرلی، مگر دل سے انہیں پوری طرح قبول نہ کیا۔ جو ادب واحترام اور عزت شوہر کی کرنی چاہیے تھی وہ نہ کرپائیں۔ چنانچہ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے مجبور ہوکر کہا کہ میں تمہیں طلاق دیتا ہوں۔ یہ بات حضورﷺ تک پہنچی تو آپؐ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو سمجھایا کہ پہلے تو میں نے ان پر زور دے کر تم سے شادی کرائی، اب تم طلاق دے کر انہیں زخم نہ لگاؤ۔ لیکن میاں بیوی کے معاملات ایسے تھے کہ

حضرت زید ؓ نے طلاق کے سوا کوئی چارہ نہ سمجھا اور حضرت زینبؓ کو طلاق دے دی۔ اب حضور ﷺ نے گمان یہ کیا کہ پہلے تو زینب کی شادی اُن کی مرضی کے خلاف ہوئی، اب زید بن حارثہؓ نے انہیں طلاق دے دی، اور اس طرح اُن کے ساتھ زیادتی ہوگئی اور اس کی تلافی کی یہی صورت ہے کہ میں خود ان سے نکاح کرلوں۔ لیکن اس معاملے میں عرب کا رواج آڑے آ رہا تھا۔ اس رواج پر ضرب کاری اسی طور سے لگ سکتی تھی کہ آپؐ حضرت زینب سے نکاح کرتے، ورنہ یہ رواج کبھی ختم نہ ہوسکتا تھا۔ اس لیے کہ آپؐ خاتم النبیین ہیں۔ آپؐ کے بعد کوئی اور نبی آنے والا نہیں، جو آ کر اس رواج کو ختم کر دیتا۔ یہ ہے ختم نبوت سے اس آیت کا ربط۔ البتہ اس آیت کے بارے میں دو باتیں مزید عرض کردوں۔ ایک یہ کہ اس میں جو ''خاتم'' کا لفظ آیا ہے اس کی دونوں قراءتیں ہمارے ہاں مصدقہ ہیں، خاتم بھی اور خاتِم بھی۔ میں نے خاتم النبیین پڑھا۔ لیکن دوسری متواتر قراءتوں میں یہ خاتِم کے طور پر بھی آیا ہے۔ دوسرے یہ کہ خاتم کے معنی مہر کے ہیں۔ مہر کے دو کام ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ آخری اتھارٹی کی طرف سے تصدیق ہوتی ہے۔ اسی کو مہر تصدیق ثبت کرنا کہتے ہیں۔ دوسرے، یہ کسی شے کو اس طور سے ختم کرتی ہے کہ اس میں ردو بدل نہ ہوسکے۔ یہ سربمہر کرنا ہے۔ مثلاً کوئی شاہی فرمان اگر رازدانہ طریقے سے کہیں بھیجنا ہو تو اِس اندیشہ کے پیش نظر کہ ایلچی خط کو لے جاتے ہوئے پڑھ نہ لے، اُسے سربمہر کر دیا جاتا ہے۔ اب خط کو پڑھنے کا اس کے سوا کوئی راستہ ممکن نہیں ہوتا کہ ایلچی مہر کو توڑ دے اور پھر کھول کر پڑھے۔ اسی بنیاد پر قادیانیوں نے ختم نبوت کی یہ توجیہہ کی اور لوگوں کو الجھایا کہ ختم نبوت کا مطلب یہ ہے کہ اب جو بھی نبی آئے گا، آپؐ کی مہر سے آئے گا۔

عقیدۂ ختم نبوت کے حوالے سے اب میں آپ کے سامنے ایک دوسری آیت پیش کر رہا ہوں جو عام طور پر اس ضمن میں پیش نہیں کی جاتی۔ یہ سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 81 ہے۔ فرمایا:

﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ۭ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰي ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ۭ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ۭ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴾

''اور جب اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور دانائی عطا کروں، پھر تمہارے پاس کوئی پیغمبر آئے جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرے تو تمہیں ضرور اس پر ایمان لانا ہوگا اور ضرور اس کی مدد کرنی ہوگی اور (عہد لینے کے بعد) پوچھا کہ بھلا تم نے اقرار کیا اور اس اقرار پر میرا ذمہ لیا (یعنی مجھے ضامن ٹھہرایا) انہوں نے کہا (ہاں) ہم نے اقرار کیا۔ (اللہ نے) فرمایا کہ تم (اس عہد و پیمان کے) گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔''

ایک میثاق تو وہ ہے جو عالم ارواح میں تمام انسانی ارواح سے لیا گیا۔ اس میں انبیاء ورسل کی ارواح بھی شامل تھیں۔ یہ میثاق بندگی ہے۔ اللہ نے پوچھا: ﴿اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ﴾ ''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں'' ﴿قَالُوْا بَلٰى﴾ (سورۃ الاعراف:172) ''(تمام ارواح انسانیہ نے) کہا، کیوں نہیں (اے اللہ تو ہی ہمارا رب ہے۔ ہم تیری ہی بندگی کریں گے۔)'' لیکن انبیاء ورسل سے ایک اور میثاق بھی لیا گیا، اور وہ یہ تھا کہ جب دنیا میں تمہارے پاس میری ہدایت آئے تو اُس کی پیروی کرنا اور اپنے بعد آنے والے اور نبی اور رسول کے بارے میں اپنی قوم کو آگاہ کرنا اور اس سے عہد لے کر جانا کہ وہ اس پر ایمان لائیں گے اور اس کا ساتھ دیں گے۔ یہ نہیں کہ بس لکیر کے فقیر ہوگئے کہ ہم نے تو ایک نبی اور رسول کو مانا ہوا ہے، اب کسی اور کو نہیں مانیں گے۔ اسی میثاق کی بنا پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل کو بالکل واضح انداز میں حضور نبی کریم ﷺ کی آمد کی خبر دی۔ آپؑ نے اپنے آخری ایام میں اپنے حوارین سے فرمایا: ''مجھے تم سے ابھی اور بھی بہت سے باتیں کہنی تھیں لیکن ابھی تم ان کا تحمل نہیں کرسکو گے۔ جب میرے بعد وہ فارقلیط آئے گا تو وہ تمہیں سب باتیں بتائے گا''۔ یہ محمد رسول اللہ ﷺ کی آمد کی پیشین گوئی تھی۔ ''فارقلیط'' کے معنی اُس ہستی کے ہیں جس کی تعریف کی جائے۔ آپؐ کے اسم گرامی ''محمدؐ'' کے یہی معانی ہیں۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشین گوئی کے مصداق صرف اور صرف حضور ﷺ ہیں۔ عیسائی علماء کے حلق سے ''فارقلیط'' کا یہ لفظ نہیں اُترتا۔ انہوں نے اس کے کئی معانی مراد لیے ہیں اور ہیرا پھیری کی کوشش کی، تاکہ کسی طور سے اس کا مصداق پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کو قرار دینے سے بچا جاسکے۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس پیشین گوئی کا مصداق آپؐ کے علاوہ کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا۔ اب اس بات پر غور کیجیے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے کیے گئے میثاق کے تحت اپنے بعد میں آنے والے نبی کی آمد کی خبر دے دی۔ اگر نبوت کا سلسلہ ختم نہ ہوگیا ہوتا تو کیا میثاق النبیین کے تحت آپ بھی اپنے بعد میں آنے والے نبی کی آمد کی خبر نہ دیتے۔ یقیناً آپؐ بھی ضرور یہ خبر دیتے اور اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ بتاتے بلکہ اُن سے یہ عہد لیتے کہ اُن پر ایمان لانا۔ آپؐ نے اپنے بعد کسی نبی اور رسول کی آمد کی پیشین گوئی نہیں فرمائی بلکہ اس کے برعکس آپؐ نے نبوت ورسالت کے خاتمے کی خبر دی۔ یہی وجہ ہے کہ عقیدۂ ختم نبوت پر ضرب لگانے والوں کے خلاف حضور ﷺ کے دور ہی میں اعلان جنگ کیا گیا۔ عہد نبوی میں بعض مدعیان نبوت اُٹھ کھڑے ہوئے تو ان کو کافر مانا گیا اور ان کے خلاف جنگ کی گئی۔ حضرت ابوبکر ؓ کے عہد میں بھی مدعیان نبوت کا بہت بڑا فتنہ اُٹھا۔ ان کے خلاف بھی جنگیں کی گئیں اور ان کو قتل کیا گیا۔ تو اس بات پر ابتداء اسلام سے اجماع چلا آرہا ہے کہ حضور ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ آپؐ کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں آئے گا۔ اس موضوع پر بہت سی احادیث بھی آئی ہیں۔ ان میں سے صرف دو احادیث ملاحظہ کیجیے۔ ایک روایت ترمذی کی ہے اور یہ حضرت ثوبان ؓ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّهٗ سَيَكُوْنُ فِيْ اُمَّتِيْ ثَلَاثُوْنَ كَذَّابُوْنَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ اَنَّهٗ نَبِيٌّ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ))

''میری اُمت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے۔ ہر ایک کا یہی دعویٰ ہوگا کہ وہ نبی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔''

دوسری حدیث صحیح بخاری کی ہے اور یہ حضرت ابوہریرہ ؓ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ قَرِيْبًا مِنْ ثَلَاثِيْنَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ))

''اس وقت تک قیامت نہ ہوگی جب تک تقریباً تیس جھوٹ بولنے والے دجال پیدا نہ ہوں گے اور اُن میں سے ہر ایک کا یہی دعویٰ ہوگا کہ میں اللہ کا رسول اور پیغمبر ہوں۔''

میں یہاں ایک نکتہ بیان کر رہا ہوں جو اس سے پہلے میں نے کبھی بیان نہیں کیا ہے۔ آج ہی میرا ذہن اس طرف متوجہ ہوا ہے۔ علمائے کرام کا سب سے زیادہ

زور ختم نبوت سے متعلقہ احادیث کے بیان پر رہا ہے۔ لیکن اُن سے ایک کمی سی رہ گئی۔ وہ انبیاء کرام میں نبی اکرم ﷺ کے عظیم مرتبے اور خاتم النبیین کی حیثیت کے عقلی پہلو پر پوری توجہ نہ کر سکے۔ بدقسمتی سے سرسید احمد خان کے زمانے سے امت میں ایک بہت بڑا فتنہ شروع ہو چکا تھا کہ احادیث نبویہ کی کوئی خاص اہمیت نہیں ہے، بس قرآن ہی حجت ہے۔ اور جب حدیث کی روک ٹوک ختم ہوگئی تو جو جی میں آیا قرآن کی تفسیر کی جانے لگی۔ ظاہر ہے، جب حدیث و سنت کو حجت نہیں مانا جائے تو پھر حدیث قرآن پر اضافہ ہی شمار ہوگی۔ حالانکہ اس کے بغیر قرآن اور اسلام کو سمجھا ہی نہیں جا سکتا۔ اس کے بغیر دین و شریعت کی واضح شکل سامنے آ ہی نہیں سکے گی۔ حدیث و سنت کو ایک طرف رکھ دیں گے تو پھر نماز بھی ایک نہیں رہے گی۔ اس لیے کہ قرآن میں کہیں یہ نہیں لکھا ہے کہ فرض نمازوں کی تعداد پانچ ہے۔ اسی طرح ان کے اوقات نہیں دیے گئے۔ یہ بھی نہیں بتایا گیا کہ ظہر کی چار رکعات فرض ہیں۔ عصر کے چار فرض ہیں، فجر کے دو فرض ہیں، مغرب کے تین اور عشاء کے چار فرض ہیں۔ قرآن سے یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ نماز میں اتنی رکعات سنت ہیں، اور سنتوں میں فلاں مؤکدہ اور فلاں غیر مؤکدہ ہیں۔ یہ سارا نظام ہمیں سنتِ رسولؐ نے عطا کیا ہے۔ حدیث و سنت کی اہمیت کو سمجھنے کے لیے یہ چھوٹی سی مثال ہی کافی ہے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ جب حدیث و سنت کے بغیر نماز ہی کا نظام قائم نہیں ہو سکتا تو دین کا پورا نظام کیسے تشکیل پائے گا۔ لہٰذا یہ فتنہ استخفاف و انکار حدیث دین کے خلاف بہت بڑی بغاوت ہے۔ اس نے بہت خطرناک نتائج پیدا کیے ہیں۔ اگرچہ سرسید احمد خان مسلمانوں کے ساتھ بہت مخلص تھے۔ مسلمانوں کی زبوں حالی دیکھ کر وہ بہت بے تاب رہتے تھے۔ انگریزی دور میں ہندو ترقی کر رہے تھے، جبکہ مسلمان ہر میدان میں پیچھے تھے۔ انگریز سوچی سمجھی سکیم کے تحت انہیں پیچھے ہٹا رہے تھے۔ اس لیے کہ انہوں نے حکومت مسلمانوں سے چھینی ہے، انہیں ڈر تھا کہ اِن کے اندر بغاوت کے جراثیم موجود رہیں گے، ان کو دبانا ضروری ہے، ورنہ یہ کسی بھی وقت ہمارے اقتدار کے لیے خطرہ بن سکتے ہیں۔ سرسید یہ سمجھتے تھے کہ اگر مسلمانوں کی یہی حالت رہی تو وہ پسماندگی کی دلدل میں غرق ہو جائیں گے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر یہ حالت برقرار رہتی تو ہندوستان میں اگلے سو برس کے دوران، مسلمانوں قصائی یا پلے دار ہی رہ گئے ہوتے۔ سرسید نے مسلمانوں کو شاہراہ ترقی پر لے جانے کی کوشش کی۔ اس پہلو سے اُن کی خدمات کا اعتراف کیا جانا چاہیے۔ ہماری یہ عادت ہے کہ جس سے نفرت ہو جائے اس کی ہر بات کو غلط کہتے ہیں اور جس سے محبت ہو اس کی ہر بات درست قرار دیتے ہیں۔ یہ روش صحیح نہیں ہے۔ کوئی بھی آدمی مکمل صحیح نہیں ہوتا اور نہ کوئی مکمل غلط ہوتا ہے۔ مکمل صحیح صرف اللہ کے رسول ہیں اور مکمل غلط عزازیل نامی شیطان لعین ہے۔ لہٰذا یہ نہیں ہونا چاہیے کہ بڑوں کے غلط افکار کی وجہ سے اُن کی صحیح بات بھی قبول نہ کی جائے، اور کسی کی عقیدت کی وجہ سے اُس کی غلط بات بھی رد نہ کی جائے۔ مجھے علامہ اقبال سے جو عقیدت ہے وہ آپ بخوبی جانتے ہیں، مگر ایسا نہیں ہے کہ میں آنکھیں بند کر کے ان کی ہر بات مان لوں۔ اللہ نے اس چیز سے بچایا ہے۔ اسی طرح مجھے مولانا مودودیؒ سے جو اختلاف ہوا تو میں نے اسے برملا بیان کیا، مگر خواہ مخواہ اُن پر الزام تراشی نہیں کی، جیسے کہ ہمارے ہاں عام طور پر مولویوں کا وتیرہ ہے کہ جس سے کوئی دوری ہوگئی، اُس پر اینٹ، روڑہ، پتھر جو ہاتھ میں آیا، دے مارا۔ بہرکیف سرسید کی خدمات سے ہمیں انکار نہیں مگر یہ حقیقت ہے کہ انہوں نے برصغیر میں اسلام کو سخت نقصان پہنچایا۔ ہندوستان میں انکار حدیث اور استخفاف سنت کے فتنے کی اصل جڑ بنیاد سرسید احمد خان ہے۔ اور کوئی دوسرا اس قابل تھا ہی نہیں کہ اس فتنے کو شروع کر سکتا۔ سرسید کا بڑا مقام تھا۔ وہ بہت بڑا عالم تھا۔ علماء دیوبند کے چوٹی کے لوگوں کا ہم سبق تھا۔ اس فتنے کے بہت دوررس نتائج نکلے۔ سرسید کے قائم کردہ علی گڑھ کالج سے، جسے بعد میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا درجہ دے دیا گیا، جو لوگ تعلیم حاصل کر کے نکلے زیادہ تر وہی مسلم لیگ کے لیڈر ہوئے۔ وہی سول سروس میں گئے اور قیام پاکستان کے بعد وہی یہاں حاکم ہو گئے۔ اس بنا پر ہمارے معاشرے پر اس فتنہ کے گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ لیکن یہ تو بعد کی بات ہے، اس سے پہلے اس کا جو نتیجہ فوری طور پر نکلا وہ یہ تھا کہ جب غلام احمد قادیانی نے اِن احادیث نبویہ کی نفی کرنی شروع کی، تو اس کا عام جدید تعلیم یافتہ مسلمانوں میں کوئی ردعمل پیدا نہیں ہوا۔ پھر یہ کہ مرزا قادیانی نے قرآن مجید میں آنے والے الفاظ ''خاتم النبیین'' کی اپنے انداز سے شرح کر کے ایک بے یقینی کی سی کیفیت پیدا کر دی۔ اس کا جواب بھی قرآن سے آنا چاہیے تھا، مگر افسوس کہ نہیں آیا۔

اللہ کرے کہ جو بات میں کہہ رہا ہوں یہ بہت بڑے پیمانے پر علماء کرام تک پہنچے، اور وہ اس پر توجہ کریں۔ اس لیے کہ اس سے حضور ﷺ کا مقام و مرتبہ صحیح طور پر متعین ہوتا ہے۔ بات کیا ہے؟ یہ کہ نبی اکرم ﷺ پر نبوت اور رسالت کا صرف اختتام ہی نہیں ہوا، بلکہ اتمام اور اکمال بھی ہوا ہے۔ یہی نہیں ہوا کہ نبوت ہموار طریقے سے چلے آ رہی تھی اور ایک جگہ آ کر ختم ہوگئی بلکہ یہ بھی ہے کہ یہ تدریجاً ترقی کرتے ہوئے اپنے نقطۂ عروج کو پہنچ گئی۔ ختم نبوت کے حوالے سے اتمام اور اکمال نبوت کا پہلو زیادہ نمایاں نہ ہونے کی وجہ سے غلام احمد قادیانی نے بڑی ہوشیاری سے یہ بات کہی کہ وحی و نبوت تو رحمت ہے اور رحمت کیسے بند ہو سکتی ہے؟ وہ تو جاری رہے گی اور اگر جاری رہے گی تو میں نبی ہوں۔ میرے دعویٰ نبوت کو تسلیم کرو۔ ظاہر ہے، عام آدمی کے لیے، جس نے دین نہ پڑھا ہو، عربی زبان سے آگاہی حاصل نہ کی ہو، یہ باتیں بڑی متاثر کن ہوتی ہیں۔ مرزا قادیانی نے یہ گمراہ کن پروپیگنڈا بھی کیا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہمارے رسولِ محبوب تو زمین کے نیچے دفن ہو گئے اور حضرت عیسیٰؑ زندہ آسمان پر اُٹھا لیے گئے ہوں۔ عام آدمی آج بھی یہ بات سنے گا تو چونک جائے گا کہ ہاں، یہ تو صحیح بات ہے۔ حضور ﷺ کا رتبہ تو سب سے بلند ہے اور وہ تو زیر زمین دفن ہیں پھر عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر کیسے اُٹھا لیے گئے۔ ان چھوٹی چھوٹی باتوں نے ناواقف لوگوں میں اثر پیدا کیا اور جب اُن کے ذہنوں میں علماء اور اپنے اسلاف کے بارے میں ایک گھٹیا رائے قائم ہو گئی تو اب وہ ایک ایسے جہاز کی مانند ہو گئے جس کا لنگر کٹ گیا ہو۔ اب کوئی بھی زوردار لہر آئے گی اور اُسے بہا لے جائے گی۔ بے لنگر کا جہاز کا محاورہ ہمارے ہاں اسی لیے استعمال ہوتا ہے۔ ہر فتنہ جو اُٹھتا ہے وہ پہلے پہل لوگوں کو اپنے اسلاف سے کاٹتا ہے۔ اُن کے ذہن میں یہ بات بٹھا دی جاتی ہے کہ اسلاف بات کو صحیح طور سے سمجھ نہ سکے۔ اصل بات تو اب سامنے آئی ہے، اور یہ بات بتانے والے مجدد کامل ہیں، بلکہ معاذ اللہ یہ اللہ کے نبی ہیں۔

(جاری ہے)

سراپا رشکِ غم ہو کر میں پاکستان آیا تھا

آزادی کی خونچکاں داستان، دل دہلا دینے والی تحریر

حافظ محمد صفدر ساجد

23 مارچ 1940ء کو منٹو پارک لاہور میں منعقدہ آل انڈیا مسلم لیگ کے ستائیسویں سالانہ اجلاس کے دوسرے روز ایک قرارداد منظور ہوئی، جس میں مسلمانانِ ہند کے لیے آزادی اور خودمختاری کا مطالبہ کیا گیا۔ تاریخ میں یہ قرارداد قراردادِ لاہور کہلاتی ہے۔ قراردادِ لاہور نے یہ طے کر دیا کہ مسلمان اب نہ تو انگریز کی مزید محکومی برداشت کریں گے، اور نہ ہی وہ متحدہ ہندوستان کی صورت میں ہندوستان کی آزادی پر راضی ہوں گے۔ اب وہ بہر صورت اپنے لیے جداگانہ خطۂ زمین حاصل کر کے رہیں گے، جہاں اپنے دین اسلام کے مطابق اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی بسر کر سکیں۔ یہی قرارداد آگے چل کر پاکستان کی بنیاد بنی، جب 14 اگست 1947ء کو مسلمانانِ ہند پر محکومی کی سیاہ رات کا خاتمہ ہوا، اور آزادی کا سورج طلوع ہوا۔ مگر یہ آزادی انہیں پلیٹ میں رکھ کر پیش نہیں کی گئی، اس کے لیے انہیں آگ اور خون کے دریا عبور کرنے پڑے۔ یہ ایک خونچکاں اور دل دہلا دینے والی داستان ہے۔ اس کی ایک جھلک ملاحظہ کیجیے۔

ایک نوجوان اپنی حویلی سے دور کھیتوں میں چھپا حویلی سے بلند ہوتے ہوئے شعلوں کو دیکھ رہا تھا۔ دھویں کے اُٹھتے ہوئے مرغولے اس کی آنکھوں کے سامنے ناچ رہے تھے۔ اتنی دور سے بھی اس کے جلتے ہوئے بیوی بچوں کی صدائیں اُس کے کانوں سے ٹکرا رہی تھیں مگر وہ یہ سب کچھ برداشت کرتا رہا۔ اس لیے کہ ان چیزوں کے عوض اسے ایک اسلامی سلطنت کا باشندہ ہونے کا اعزاز ملنے والا تھا۔ جب آگ کے شعلے دم توڑ گئے، حویلی راکھ کا ڈھیر بن گئی، دشمن رخصت ہو گئے، وہ چپکے سے کھیتوں سے نکلا اور حویلی کے قریب پہنچ گیا۔ کچھ دیر کھڑا رہا پھر نہ جانے دل میں کیا خیال آیا، کہ آگے بڑھ کر بجھی راکھ سے ایک مٹھی اُٹھائی اور اُسے پلو میں باندھتے ہوئے کہا ''یاد رکھنا مہندر سنگھ! اس راکھ سے ایک غیرت مند قوم جنم لے گی۔ یہ راکھ میری قوم، میرے وطن کی امانت ہے، اس سے اسلام کے قلعے کی تعمیر ہو گی۔ یہ کہتے ہوئے اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور وہ سوئے وطن چل پڑا۔ ایسے نہ جانے اور کتنے جی دار تھے جو چشم اشک بار لیے خزاں دیدہ چمن چھوڑ آئے تھے۔ ہاں اُن کا شیشہ دل زخموں سے چور تھا، لیکن وہ پاؤں میں آبلے اور خاک میں اٹے بال لئے تیز قدموں سے سرحد کی جانب دوڑ رہے تھے۔ ہر شخص کا سینہ مظلومیت کی داستاں بنا ہوا تھا۔ کئی بار قلم نے ان داستانوں کو ملا کر ایک داستان بنانے کے لیے حرکت کی، لیکن کسی ہندو کے وجود تلے دبی مسلم بہن کی سسکیوں نے قلم سے قوت کو چھین لیا اور داستانیں پھر بے ترتیبی سے بکھر گئیں۔

ہم جشن آزادی اس سرزمین پر مادر پدر آزاد ہو کر مناتے ہیں جس کی بنیادوں کے نیچے لاکھوں شہیدوں کے بے گور و کفن لاشے اور بے گناہ لہو کی موٹی تہیں جمی ہوئی ہیں، اور جشن کے نام پر رقص و سرود کی محفلیں اُن کے گھروں میں مقدر ہوتی ہیں، جن کی مسلم بہنوں کو ہندوؤں اور سکھوں نے اغوا کر لیا تھا، جن کی عزت و غیرت سکھوں کی داشتہ بن گئی تھی۔ 14 اگست کو ''ہولیڈے'' سمجھ کر اُن گھروں میں وی سی آر، ڈی وی ڈی کے آرڈر بک ہوتے ہیں، جن کے آباء واجداد کی داڑھیاں ہجرت کے وقت ویران اور شکستہ مسجدوں کو دیکھ کر آنسوؤں سے بھیگ گئی تھیں۔

مسجدوں کے صحن بہت روئے جب وہاں عصمتیں پامال ہوئیں۔ امرتسر میں کوچۂ غزنویاں میں مسجد غزنویہ تھی، جہاں ہر وقت قال اللہ و قال الرسول ﷺ کی صدائے حق بلند ہوتی تھی، جہاں بیٹھ کر عبداللہ غزنوی، عبدالجبار غزنوی، مولانا یوسف کلکتویؒ اور مولانا محمد حسین ہزاروی رحمۃ اللہ علیہم نے ساری عمر درس قرآن و حدیث دیا، جہاں سے توحید کی شمعیں روشن ہو کر تمام ہندوستان کو منور کرتی رہیں، اس کی کیفیت ایک چشم دید گواہ یوں بیان کرتا ہے۔'' مسجد غزنویہ میں پہنچے تو دیکھا، گیارہ لڑکیوں کی عبرت انگیز لاشیں اپنی مظلومیت کا اظہار کر رہی ہیں۔ وہ سب بے جان تھیں۔ زخموں سے خون جاری تھا اور پیٹ چاک تھے، جائے مخصوص سے لے کر چھاتی تک چیرے ہوئے تھے، جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ خانۂ خدا میں اُن کی عصمت دری کر کے اُن کو قتل کیا گیا ہے، پناہ بخدا یہ امرتسر تھا۔ (امرتسر کی خون آشام کہانی، شیخ عبدالغفار)

آہ اے حرم کی آئینہ بردار مسجد الاماں
خونچکاں ہیں سرفروشانِ حرم کی داستاں
اس جگہ حرم کی شہزادیاں لوٹی گئیں
کشورِ اسلام کی آبادیاں لوٹی گئیں

اس طرح امرتسر کے مسلم محلوں میں مسلمان مرد قتل کیے گئے اور عورتوں کو کھونٹوں پر الٹا لٹکا کر اُن کے پیٹ چاک کیے گئے، اور نیم زندہ، نیم مردہ حالت میں نیچے آگ لگا کر انہیں بھسم کیا گیا۔ بچے ماؤں کے سامنے قتل کر کے اُن کی گودوں میں ڈالے گئے۔ عورتوں کی عصمتوں پہ ہاتھ ڈالے گئے، اور پھر اُن کی ٹانگیں توڑ ڈالی گئیں، بازو کاٹ دیئے گئے۔ یوم آزادی کی رات تاریکی میں جشن آزادی مناتے ہوئے سیمیں ابدان سے کھیلنے والوں کو کیا معلوم کہ ہم نے سروں کی فصل اجاڑ کے چمن کی قیمت ادا کی تھی۔ ہاں! آج تم جشن منانے کے لیے شراب و کباب کی محفلیں سجاؤ، نیم عریاں جسموں پہ رقص کرواتے ہوئے نوٹ نچھاور کرو، ہمیں تو ان محفلوں سے مظلوم بہنوں کی سسکیاں سنائی دیتی ہیں، اُن بزرگوں کے نم آلود چہرے دکھائی دیتے ہیں، جنہوں نے مجروح عصمتوں کے جنازے کندھوں پر اُٹھا کے بھی ''پاکستان کا مطلب کیا: لا الہ الا اللہ'' کا نعرہ لگایا تھا۔

جب قرآن کی فریاد نے لٹے مسافروں کو لٹا دیا

ہندوؤں اور سکھوں نے سارے ہوشیار پور کی مساجد سے قرآن مجید لے کر سڑکوں پر پھینک دیئے تھے اور بدمست ہو کر اغوا شدہ خواتین کی بے حرمتی سڑکوں پر سرعام کر رہے تھے۔ آخر ایک مرد مجاہد نے رائفل سنبھالی اور بلوچ رجمنٹ کے افسران سے بات کی۔ اس پر بلوچ رجمنٹ کے جوانوں نے کہا کہ پاکستان تو بنا ہی قرآن مجید کے لیے ہے، اسے ہم سڑکوں پر کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔ چنانچہ سڑکوں اور گلیوں سے قرآن مجید کے نسخوں کو اُٹھایا۔ تقریباً پچاس بوریاں بھر گئیں، جنہیں ایک کنویں میں دفن کیا گیا۔ (سن سکو گے جو کہوں داستاں اپنی، اقبال سہیل)

ایسا ہی ایک واقعہ امرتسر سے گزرتے ہوئے

نے دیکھا کہ امرتسر میں ہندو، سکھ قرآن مجید کے اوراق میں پکوڑے اور مٹھائیاں بیچ رہے تھے، یہ منظر دیکھ کر کچھ جوشیلے نوجوان اپنی جانیں قربان کرنے کے لیے تیار ہوگئے، لیکن فوجی جوانوں نے انہیں قابو میں رکھا کہ صورتحال مزید خراب نہ ہو تو وہ زاروقطار روتے ہوئے وہاں سے گزر گئے۔

قلم میں اتنی سکت نہیں کہ اُن ایام کی دردناک تصویریں کھینچے۔ اس کام کے لیے بھی دل کی جگہ پتھر ہونا چاہیے۔ ہندو مسلمان کا ازلی دشمن ہے۔ اس کی شقاوت وسنگدلی کی داستانیں اُس وقت سے لے کر آج تک ختم نہیں ہوئیں، لیکن شکوہ تو اپنوں سے ہے، جنہوں نے اپنے کان تاریخ کے اس نعرے سے بند کر لیے ''پاکستان کا مطلب کیا: لاالہ الا اللہ''۔ بلکہ ہر 14 اگست کو رقص گاہیں دو، چار اور بن جاتی ہیں۔ میکدوں کی ایک اور دنیا آباد ہوتی ہے۔ اخلاقی اقدار کی پامالی میں کچھ اور داستانیں جنم لے لیتی ہیں۔ میں تو اسلامی ملک کی خاطر سراپا رشکِ غم ہو کر پاکستان آیا تھا۔ ایک نئے گھر کی تعمیر کے لیے اَن گنت گھر لٹا کے آیا تھا۔ میں نے کندھوں پر چشمِ اشکبار لیے لاشے اُٹھائے۔ میرا چمن جلا کے دشمن نے عجب جشن منائے، لیکن گلستان وطن کی ساری دلچسپیاں چھوڑ کر میں فقط اسلام کے لیے پاکستان آیا تھا۔ مگر میں نے دیکھا، میرے وطن میں کبھی ''روشن خیال'' سیاستدانوں نے اسلامی روایات کا گلا گھونٹ دیا، کبھی سیکولرازم کے نعروں سے اسلام کو روکا، اور کبھی جمہوریت کی آڑ میں دین سے کھیلا، کبھی اس وطن کا ایک حصہ کاٹ دیا، اور کبھی آپس میں بندر بانٹ پہ لڑنے لگے، 'ہاں' مجھے یاد پڑتا ہے۔

ایک نے دکھلائی مجھے رنگِ بہاراں کی جھلک
جام و مینا کی جھلک رقصِ نگاراں کی جھلک
ایک دکھلانے لگا خُلد کے خوابوں کی جھلک
اک نے دکھلائی تمدن کے سرابوں کی جھلک
ابھی دیکھے بھی نہ تھے نانِ جویں کے ٹکڑے
اسی اثنا میں ہوئے میری زمیں کے ٹکڑے
دشمنوں نے تو فقط تھا میرے گھر کو لوٹا
دوستوں نے میرے فکر و نظر کو لوٹا
میں یہاں پیٹ کی خاطر تو نہیں آیا تھا
میرا ایماں، میرا قرآن مجھے لایا تھا

گوشۂ خواتین

ہماری خوشی اور غمی

مسز خالد

خوشی اور غمی دو ایسے موقعے ہوتے ہیں جن میں انسان کی چھپی فطرت بھی عیاں ہو جاتی ہے۔ یہی دو جذبے ایسے طاقتور محرک ہیں جن کی رو میں بہہ کر انسان بے خود ہو جاتا ہے۔ انہی جذبوں کی بھٹی شخصیت کے لوہے کو پگھلا کر اپنی مرضی کے سانچے میں ڈھالنے کے کام آتی ہے۔

دین اسلام نے جہاں بقیہ نظام زندگی کے دائرہ کار مقرر کیے وہاں خوشی اور غمی کے ان دونوں محاذوں کو بھی خالی نہیں چھوڑا اور ان پر ایسے پہرے بٹھا دیے جو شیطان اور اُس کے کارندوں کو حملہ کرنے سے روک سکیں۔ غیر مسلم اقوام کی نقالی غمی، خوشی ہر صورت میں ممنوع قرار پائی۔ فرض عبادات کی پابندی کے ساتھ ساتھ اضافہ عبادت بطور شکرانہ اور مدد طلب کرنے کے لیے سکھلائی گئی۔ اسی طرح ان کا وقت اور مدت کا تعین بھی کر دیا گیا تا کہ ''جیسے چاہو جیو'' کا بے ڈھنگا شیطانی منصوبہ راہ نہ پا سکے۔ جب ہماری ایمانی کمزوری نے ہمارے اسلامی معاشرے میں شیطان کو نقب لگانے کا موقع دیا تو اُس نے سب سے پہلے انہی دو رستوں سے وار کیا۔

آج مسلم معاشرے کی خوشیوں کے تہوار یہود و ہنود اور نصرانی ہر قسم کے رنگوں سے سجے جاتے ہیں، نہیں پایا جاتا تو صبغۃ اللہ نہیں پایا جاتا۔ خوشی کے صرف دو دن دیئے گئے جن کا آغاز نمازِ عیدین سے کرنا ضروری قرار دیا گیا جبکہ ہم نے غیر مسلموں کی نقالی میں ہلہ گُلہ کرنے کے لیے بیسیوں دن رکھ دیئے تا کہ اخلاق وتہذیب کی کوئی قید ہی نہ رہے۔ گلیوں بازاروں کو سجانے کے لیے اُسی محبوب ترین ہستی کی آمد کے جشن کی آڑ لی، جس نے بازاروں کو اللہ کی ناپسندیدہ ترین جگہ قرار دیا۔ وقت اور دنوں کی قید کو اس طرح ختم کیا جیسے ہم دنیا میں آئے ہی خوشیاں منانے کے لیے اور یہی موج مستی کرتے کرتے جنت میں داخل ہو جائیں گے، کیونکہ ہمارے ہاتھ میں وہی گرین کارڈ ہے جو یہودیوں کے ہاتھ چھیتے ہونے کا تھا۔ غمی کو رونے کی طرف آئیں تو غمِ جاناں کے علاوہ ہزاروں انفرادی واجتماعی رسومات اپنالی گئی ہیں جن کے بغیر یہ فریضہ ادا ہی نہیں ہو سکتا۔ شیطان کی دراندازی نے احکامات کی روح ہی کھینچ لی اور ہمارے ہاتھ سوائے پیٹنے کے کچھ نہ رہا۔ پریشانی وغم میں ہم نے نماز اور صبر سے مدد لینے کی بجائے اسلام دشمن تہواروں سے مدد لی۔ تین دن کی حد کو تاحدِ نفس پھیلا دے کر ذمہ داری رسم و رواج کے سر دے ڈالی۔ اسلامی سال کا اختتام بھی قربانی کی یادگار لیے ہوئے ہوتا ہے اور آغاز بھی جبکہ ہم نے اصل سبق کو ایسا بھلایا کہ خوشی کے جشن اور غم کے نوحے کے سوا کچھ باقی نہ رہا۔

ہماری عبادات و رسومات میں سے جب احکامات کی پیروی نکل گئی تو ہم صراطِ مستقیم سے ہٹ گئے۔ انجان رستوں پر شیطان کو رہبری کا موقع ملا تو اُس نے ہمیں بھی اُس رستوں پر ڈال دیا جن پر مغضوب و ضالین کو وہ ڈال چکا تھا۔ دجال کے فتنوں نے آج تمام مذاہب کے عقائد کو ایسا گڈمڈ کر دیا کہ اگر غور کیا جائے تو صرف نام علیحدہ رہ گئے جبکہ ان کے ڈانڈے اُسی ابلیس کے وعدے سے جا ملتے ہیں جس میں اُس نے رب کائنات کے بندوں کی کثیر تعداد کو اپنے ساتھ جہنم میں لے جانے کی قسم کھائی تھی۔

لوٹا جا رہا ہے دین کبھی ہنسا کے کبھی رُلا کے
پلایا جا رہا ہے کفر کبھی دکھا کے کبھی چھپا کے

وجہ صرف اور صرف قرآن وسنت سے دوری ہے ورنہ قیامت تک آنے والے ہر انسان کو شیطان کے مکروفریب اور ہر قسم کے داؤ سے بچنے کے طریقے اور رب کی رضا کا راستہ دکھا دیا گیا ہے۔ قرآن پاک غوروفکر (باقی صفحہ 15 پر)

نہ اللہ کی، نہ عوام کی

اوریا مقبول جان

سیدنا عمرؓ کی طرزِ حکمرانی کے بارے میں دو روایات ایسی ہیں کہ جن کی نظیر دنیا بھر کی تاریخ تو دور کی بات ہے خود اسلامی تاریخ میں بھی خال خال نظر آتی ہے۔ یہ روایات کسی شخص پر ذمہ داری کے بوجھ، آخرت کی جوابدہی اور رعایا سے تعلق کی اعلیٰ ترین مثال ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ ایک دفعہ آپ سے ایک ایسے شخص نے سوال کیا جسے وہ جانتے تھے اور جس کے حالات سے بھی بخوبی واقف تھے۔ آپ اُس کا سوال سن کر آنسوؤں سے رونے لگ گئے اور خود کو ملامت کرتے ہوئے کہنے لگے۔ عمر! تمہیں اس کے حالات، اُس کے چہرے اور اس پر چھائی کسمپرسی سے بھی اندازہ نہ ہو سکا کہ اسے ضرورت ہے۔ اسے سوال کرنے کی نوبت کیسے آ گئی۔ اسلام نے جہاں اللہ کی راہ میں مال کو خرچ کرنے کے لیے کہا ہے وہ ایک آیت کا مفہوم یہ ہے کہ سائل اور محروم کا تمہارے مال میں حق ہے۔ سائل تو سوال کرنے سے پہچانا جاتا ہے لیکن محروم وہ ہوتا ہے جو عزت سے اپنی سفید پوشی کا بھرم رکھ رہا ہو، دستِ سوال دراز کرنے سے شرمندہ ہوتا ہو، لیکن اُس کی ضرورت اس قدر شدید ہو کہ اگر کوئی اُس کی مدد کو نہ آئے تو اُس پر سوال کرنے کی نوبت آ جائے۔ ایسے شخص کا میرے اللہ نے مسلمانوں کے مال میں حق رکھ دیا ہے۔ حق کا لفظ اولاد اور ورثاء کے لیے استعمال ہوتا ہے یا پھر محروم اور سائل کے لیے۔ محروم کو سائل بننے میں بس ایک لمحے کی دیر ہوتی ہے اور یہ دیر کسی صاحب حیثیت کی غفلت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ سیدنا عمرؓ اسی دیر کی وجہ سے اس قدر خوفزدہ ہوئے کہ آنسوؤں سے ان کی داڑھی تر ہو گئی۔ آپ کی طرزِ حکمرانی کی دوسری روایت، جوابدہی کے حوالے سے ان کا یہ قول ہے کہ ''جب لوگ اپنی ضروریات کی وجہ سے اللہ کے سامنے دستِ سوال دراز کرتے ہیں تو مجھے یوں لگتا ہے، جیسے میری شکایت کر رہے ہیں''۔ یہ طرزِ احساس حکمران کے لیے تو شدید ہوتا ہی ہے کہ سید الانبیاء ﷺ نے فرمایا کہ جس کو کوئی ذمہ داری سونپی گئی تو یوں سمجھو جیسے کند چھری سے اسے ذبح کر دیا گیا۔ لیکن کیا کسی نے سوچا کہ اُس کے پڑوس میں کتنے ہاتھ روز اللہ کی بارگاہ میں دنیا کی ضرورتوں کے لیے اُٹھتے ہوں گے۔ ان میں کئی ایسے ہوں گے جو فریاد کرتے ہوں گے کہ اے اللہ! ہمیں سوال کرنے کی شرمندگی سے بچا۔ ہم سے کتنے ہیں جو روز پر تعیش کھانوں اور آرام دہ بستروں سے لطف اندوز ہوتے ہیں لیکن شاید ہمیں احساس تک نہیں ہوتا کہ ہمارے پڑوس میں کتنے لوگ ایسے زندگی کی رات گزارتے ہوں گے کہ پیٹ کی بھوک چہرے پر ظاہر نہ ہو، سفید پوشی کا بھرم ٹوٹنے کے خوف سے شاید وہ گھر سے کم ہی باہر نکلتے ہوں، لیکن اپنے اللہ سے درخواست تو کرتے ہوں گے۔ یہ درخواست ہی سیدنا عمرؓ کے نزدیک ''ہماری شکایت ہے'' کے زمرے میں آتی تھی اور وہ خوف سے کانپ اٹھتے تھے۔

آج اس طرزِ حکمرانی کو چودہ سو سال گزر گئے۔ دنیا پر بادشاہتیں بھی آئیں اور جمہوریتیں بھی، فوجی آمر بھی اپنا حکم چلا گئے اور کمیونسٹ حکمران بھی، لیکن مسلمانوں کے دلوں میں اس طرزِ حکمرانی کی مشعل آج تک روشن ہے۔ یہ دعویٰ بار بار سچ ثابت ہوا اور لوگوں کی اکثریت نے ہر دفعہ اس خواہش اور خواب سے اپنی اُمید وابستہ رکھی کہ کاش انہیں اسلام کا نظام خلافت واپس مل جائے۔ کتنے لوگ تھے، سیاست دان تھے، میڈیا تھا، سب نے زہر اُگلا، ایسے نظام کو موجودہ دور میں ناقابلِ عمل بتایا، فرسودہ کہا، جمہوریت کی جدوجہد کے نعروں میں اسے گم کرنے کی کوشش کی لیکن آج بھی اگر اس اُمت کے مسلمانوں سے سوال کیا جائے کہ تمہارے لیے آئیڈیل طرزِ حکومت کونسا ہے تو وہ خلافتِ راشدہ کا نام لے گا۔ موجودہ دور میں ریسرچ اور سروے ایک ایسا ذریعہ ہے جس پر اس دنیا کی معیشت کا دارومدار ہے۔ دنیا کا سارا کارپوریٹ کلچر اور میڈیا انہی سروے اور ریسرچ کی بنیاد پر اپنی مصنوعات مارکیٹ میں لاتا ہے۔ ان کے رنگ، ڈیزائن اور ذائقے تبدیل کرتا ہے۔ دنیا بھر کے ٹیلی ویژن پروگراموں کی ریٹنگ (Rating) ہوتی ہے جس کی بنیاد پر انہیں اشتہارات ملتے ہیں۔ یہ سروے رائے عامہ کے سروے کہلاتے ہیں۔ ایسی ہی رائے عامہ کی سروے کرنے والی ایک عالمی تنظیم MEMRB نے مجھ سے رابطہ کیا کہ ہم 1962ء سے کاروباری دنیا اور میڈیا کے لیے سروے کرتے آ رہے ہیں اور پاکستان کے تقریباً تمام اہم ادارے ہمارے سروے کی بنیاد پر اپنی اشیاء کی مارکیٹنگ اور ٹی وی پر اپنے پروگراموں کی منصوبہ بندی کرتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ اگر کوئی ایسا سوال اس سروے میں لوگوں سے پوچھنا چاہیں تو ہم اُس کے متعلق آپ کو اس ملک کے عوام کی رائے لے کر دے دیں گے۔ میں نے یہ سوال لکھ کر دیا: ''آپ کے خیال میں پاکستان کے مسائل کا حل کس طرح کے طرزِ حکومت میں ہے؟ 1۔ مغربی جمہوریت 2۔ بادشاہت 3۔ اسلامی خلافت 4۔ مارشل لاء یا کوئی اور''۔ آج اس سوال کے جوابات کا سروے مجھ تک پہنچا ہے۔ یہ سروے ریسرچ کے بنیادی طریق کار Stratified sampling کو اختیار کرتے ہوئے 30 شہروں اور 60 منتخب دیہات میں کیا گیا۔ اس سروے کے مطابق ملک بھر میں 53 فی صد لوگ مسائل کا حل اسلامی خلافت کو سمجھتے تھے جبکہ دوسرے نمبر پر یعنی 22 فی صد مارشل لاء اور ملٹری حکومت کو نجات دہندہ کہتے تھے جبکہ جمہوریت کی حمایت کرنے والوں کی تعداد صرف گیارہ فیصد تھی۔ چھ فیصد بادشاہت چاہتے تھے اور دو فیصد پھر اسلامی جمہوریت جوان لوگوں کی اپنی اختراع تھی۔ یہ اعداد و شمار پورے ملک میں تقریباً ایک جیسے تھے، کراچی، لاہور، اسلام آباد اور راولپنڈی ذرا مختلف تھا۔ ان شہروں میں 40 فی صد لوگ ایسے تھے جو مارشل لاء میں مسائل کا حل دیکھتے تھے۔ جبکہ 39 فی صد اسلامی خلافت میں۔ جمہوریت کی حمایت کرنے والے صرف 15 فی صد تھے۔ پنجاب اور سرحد میں اسلامی خلافت کے حامی 60 فی صد تھے جبکہ بلوچستان میں 35 اور سندھ میں 33 فی صد۔ فوجی مارشل لاء کی حمایت میں سندھ دوسرے نمبر پر تھا یعنی 33 فی صد لوگ فوجی حکومت چاہتے تھے۔ عمر کے لحاظ سے بھی اسلامی خلافت کی حمایت میں کوئی فرق نظر نہ آیا۔ پندرہ سال

بیابہ مجلس اسرار

دین اور مذہب؟

دین اور مذہب میں آسمان اور زمین کا سا فرق وتفاوت ہے۔ مذہب اصلاً ایک جزوی شے ہے اور کسی بھی دین کے تحت رہ کر گزارہ کر سکتا ہے۔ جس طرح غلبۂ اسلام کے زمانے میں عیسائیت، یہودیت اور مجوسیت یا بدھ مت اور ہندومت ایسے مذاہب ﴿يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ﴾ (التوبہ:29) ''دیتے ہوئے جزیہ اپنے ہاتھ سے 'چھوٹے' ہو کر!'' کی کیفیت کے ساتھ زندہ رہے یا غلبۂ انگریز کے زمانے میں اسلام ایک مذہب کی صورت اختیار کر کے زندہ رہا— جبکہ دین ایک کلی حقیقت ہے جس کے کوئی معنی ہی نہیں اگر وہ غالب نہ ہو۔ چنانچہ جس طرح دو تلواریں ایک میان میں نہیں سما سکتیں یا جمہوریت اور ملوکیت یا کیپٹلزم اور کیمونزم کسی خطۂ زمین پر بیک وقت قائم نہیں ہو سکتے، اسی طرح دو دین بھی کسی جگہ ہم سر اور ہم پلہ ہو کر نہیں رہ سکتے۔ اور ان کے مابین مفاہمت (Detente) یا پرامن بقائے باہمی (peaceful co-existence) کی کوئی صورت اس کے سوا موجود نہیں ہے کہ ان میں سے ایک تو دین ہی کی حیثیت میں رہے اور غالب ہو اور دوسرا سمٹ اور سکڑ کر مذہب کی حیثیت اختیار کر لے اور مغلوب ہو کر رہنے پر راضی ہو جائے۔

دین و مذہب کے مابین فرق و امتیاز کے ضمن میں دو حقیقتیں اور بھی پیشِ نظر رہنی چاہئیں: ایک یہ کہ لفظِ مذہب پورے قرآن حکیم میں کہیں نہیں آیا اور حدیثِ نبویؐ کے پورے ذخیرے میں بھی یہ لفظ عام معروف اصطلاحی معنوں میں کہیں مستعمل نہیں ہوا۔ بعد میں بھی اس لفظ کا استعمال بالکل صحیح طور پر مختلف فقہی مدرسہ ہائے فکر کے لیے۔ جیسے مذہب حنفی، مذہب مالکی، مذہب شافعی، مذہب حنبلی اور مذہب اہل حدیث، جن کی حیثیت دین اسلام کے اصل شجرۂ ثابتہ کی فروع اور شاخوں سے زیادہ کچھ نہیں ہے!

دوسرے یہ کہ اگرچہ رسولوں کی لائی ہوئی شریعتوں میں اختلاف ہوتا رہا ہے جیسے شریعت موسویؑ اور شریعت محمدیؐ کے مابین عبادات اور معاملات کے تفصیلی احکام میں نمایاں فرق ہے تاہم از حضرت آدمؑ تا آنحضور ﷺ جملہ انبیاء ورسل کا دین ایک ہی تھا۔ بفحوائے آیت قرآنی:

﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى﴾ (سورۃ الشوریٰ:13)

''مقرر کیا اُس (اللہ نے) تمہارے لیے (اے مسلمانو) دین کے طور پر وہی جس کی وصیت کی تھی اُس نے نوحؑ کو اور جو وحی کیا ہم نے (اے نبیؐ) تمہاری طرف اور جس کی وصیت کی تھی ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) کو۔''

معمارِ پاکستان نے کہا

''ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کے لیے نہیں کیا تھا، بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزما سکیں۔'' (اسلامیہ کالج پشاور۔ 13 جنوری 1948ء)

افسوس کہ 64 سال گزر جانے کے باوجود بھی معمار پاکستان کا یہ خواب ہنوز تشنہ تعبیر ہے— مسلمانانِ پاکستان، اُٹھیے اور اسلام کے آفاقی اصولوں پر مبنی نظام خلافت کے لیے کوشاں ہو جایئے۔

کے بچے سے لے کر 60 سال کے بوڑھے تک سب 55 فی صد سے زیادہ کی تعداد میں اسلامی خلافت کے حق میں تھے۔ اکثر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ تعلیم یافتہ لوگ مغربی جمہوریت کے قائل ہوں گے لیکن حیران کن بات یہ ہے کہ خلافت کے حق میں 56 فی صد سے زیادہ لوگ یا تو پرائمری سے کم تعلیم والے تھے یا گریجویشن سے زیادہ تعلیم والے۔ یہ سروے اور اس کی معلومات کوئی نئی نہیں ہیں۔ امریکہ کے بہت سے اداروں نے تمام مسلم ممالک کے ایسے بار بار سروے کروائے اور بار بار یہ نتیجہ ملا کہ مسلم اُمہ اپنے مسائل کا حل خلافت میں دیکھتی ہے۔ لیکن پاکستان میں اس سروے کا خطرناک ترین نتیجہ یہ ہے کہ بڑے شہروں کی اکثریت اس قدر اذیت میں ہے، ان کا جینا اس قدر مشکل ہو چکا ہے کہ وہ مارشل لاء یا فوجی ڈکٹیٹر شپ کو مسیحا ماننے لگی ہے۔ ایسا سروے کسی دوسرے ملک میں آیا ہوتا تو اب تک حکمرانوں کی نیندیں حرام ہو گئی ہوتیں۔ سوچ میں پڑ جاتے کہ ہمارے جانے پر اتنے لوگ مٹھائیاں بانٹنے کے لیے تیار بیٹھے ہیں۔ لیکن شاید یہ احساس صرف یا تو آخرت کی جوابدہی سے آتا ہے یا لوگوں کے سامنے پیش ہونے سے اور ہم دونوں عدالتوں سے نہیں ڈرتے، نہ اللہ کی اور نہ عوام کی۔ (بشکریہ روزنامہ ''ایکسپریس'')

دعائے مغفرت کی اپیل

- نقیب اسرہ راوی روڈ میاں محمد حامد کی ہمشیرہ وفات پاگئیں
- رفیق تنظیم اسلامی اندرون شہر لاہور نوید اقبال کے والد قضائے الٰہی سے وفات پاگئے
- تنظیم اسلامی سمن آباد کے مبتدی رفیق کینسر کے عارضہ میں مبتلا ہونے کی وجہ سے وفات پاگئے
- نقیب اسرہ سیٹلائٹ ٹاؤن کے حافظ محمد عبداللہ کے چھوٹے بھائی وفات پاگئے
- ضلع بنوں کے رفیق تنظیم احسان اللہ کی زوجہ وفات پاگئیں
- رفیق تنظیم اسلامی ڈیرہ اسمٰعیل خان صادق بھٹی کی ہمشیرہ وفات پاگئیں

اللہ تعالیٰ مرحومین ومرحومات کی مغفرت فرمائے۔ قارئین اور رفقا سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اللّٰھم اغفرلھم وارحمھم وادخلھم فی رحمتك وحاسبھم حساباً یسیراً

دعائے صحت کی اپیل

حلقہ سرگودھا شرقی محمدی کالونی کے نقیب ریاض احمد کی والدہ کافی عرصہ سے علیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔

تنظیم اسلامی حلقہ کراچی جنوبی کے زیر اہتمام ''ذکرِ حبیب ﷺ کانفرنس''

ماہ ربیع الاوّل میں امیر تنظیم اسلامی پاکستان محترم حافظ عاکف سعید صاحب کراچی تشریف لائے اور آپ نے مختلف مقامات پر سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے خطابات فرمائے۔ اسی نوعیت کا ایک پروگرام حلقہ کراچی جنوبی کے زیرِ اہتمام کورنگی شرقی کی میزبانی میں 12 فروری بروز ہفتہ بعد نماز عشاء طیبہ مسجد زمان ٹاؤن میں منعقد ہوا۔ اس پروگرام کے لئے مزید تین تناظیم کورنگی غربی، لانڈھی اور شاہ فیصل نے بھی معاونت کی۔ امیر حلقہ کراچی جنوبی نے کورنگی شرقی کے امیر انجینئر نعمان اختر کو اس پروگرام کا کوآرڈی نیٹر مقرر کیا۔ انھوں نے اپنے ذمہ داران کا ایک مشاورتی اجلاس طلب کیا۔ مشاورت سے تمام امور کی ایک چیک لسٹ تیار کی اور ذمہ داریوں کے حوالے سے مختلف ناظمین مقرر کیے۔ اُنھوں نے رفقاء کو پروگرام کے لئے انفاق مال کی بھی ترغیب دی اور بحمد للہ رفقاء نے اُن کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے بڑھ چڑھ کر انفاق کیا۔ یہ پروگرام لانڈھی نمبر 6 میں واقع 17 ستمبر پارک میں کرنے کا ارادہ کیا گیا تھا۔ پروگرام کی تشہیر کے لیے ذاتی رابطہ کے علاوہ 5000 ہینڈ بلز جمعہ کے دن مساجد میں احباب تک پہنچائے گئے۔ 100 پول بینرز اور 50 بڑے بینرز نمایاں جگہوں پر آویزاں کئے گئے۔ علماء و مشائخ کو مدعو کرنے کے لیے انہیں خصوصی دعوتی خطوط پہنچائے گئے۔ اس کے علاوہ مختلف علاقوں میں کیبل پر اڑتالیس گھنٹے کے لیے دعوتی سلائیڈ چلائی گئی اور کورنگی شرقی کے ناظم تربیت قیصر علی نے اس پروگرام کی میڈیا کوریج کے لیے الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا کو فیکس کے ذریعے تحریری طور پر مطلع کیا۔ لیکن یہاں رفقاء کی آزمائش ہوئی اور اللہ نے انہیں صبر کے مراحل سے گزارا، جیسا کہ اللہ فرماتا ہے کہ ''ہم تمہیں لازماً آزمائیں گے کچھ خوف سے، بھوک سے، جانوں اور مالوں کے نقصانات سے اور آپؐ بشارت دیجئے صبر کرنے والوں کو'' (البقرة:155)۔ چند تخریبی عناصر نے پروگرام سے ایک دن پہلے تھانے میں تنظیم کے خلاف درخواست جمع کرادی اور جہاں پروگرام ہونا تھا وہاں قبضہ کرلیا۔ اس موقع پر پروگرام کے ناظم اقبال احمد صدیقی اور نائب ناظم قیصر علی نے پولیس کے افسران سے رابطہ کر کے اُن کے خدشات کو دور کرنے کی کوشش کی لیکن پولیس سے کوئی تعاون حاصل نہ ہوا۔ لہٰذا پروگرام کو آخری لمحات میں طیبہ مسجد منتقل کرنا پڑا۔ رفقاء نے بڑی محنت و مشقت سے نئی جگہ کو پروگرام کے لئے سجایا اور پورے علاقے میں عصر سے عشاء تک گھر گھر جا کر لوگوں کو دعوت دی۔ مساجد کے باہر کارنر میٹنگ کا بھی اہتمام کیا گیا۔ رفقاء کے اندر جذبہ قابل دید تھا اور اللہ کے فضل و کرم سے کسی قسم کی کوئی بددلی یا مایوسی کی کیفیت پیدا نہیں ہوئی۔

الحمد للہ، انتظامات بروقت مکمل کر لیے گئے اور مقررہ وقت پر تلاوت کلام پاک سے پروگرام کا آغاز ہوا۔ پروگرام میں خواتین کی باپردہ شرکت کا اہتمام مسجد سے متصل قرآن اکیڈمی میں کیا گیا۔ سب سے پہلے صدر انجمن سندھ کراچی جناب اعجاز لطیف نے خطاب کیا۔ اُنہوں نے اپنے منفرد انداز میں نبی کریم ﷺ کی زندگی کے مکی دور پر روشنی ڈالی۔ اس کے بعد حلقۂ کراچی جنوبی کے امیر حافظ انجینئر نوید احمد نے نبی کریم ﷺ کی زندگی کے مدنی دور کو بڑے خوبصورت انداز میں واضح کیا۔ آخر میں مہمان خصوصی امیر تنظیم اسلامی پاکستان حافظ عاکف سعید نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کو اللہ نے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ افسوس کہ آپؐ کی رحمۃ للعالمینی کا مظہر نظام خلافت ہم کہیں بھی قائم نہ کر سکے۔ آج امت مسلمہ جس ذلت و محتاجی کا شکار ہے اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم نے نبی کریم ﷺ کے مشن کو چھوڑ دیا۔ یہ مشن اللہ کے دین کا غلبہ تھا، جس میں انسانیت کے لئے رحمت تھی۔ لہٰذا وقت کی ضرورت ہے کہ ہم مسلکی اختلافات کو بھلا کر متحد ہوں اور دین کے غلبہ کے لئے جان و مال لگائیں۔ اس پروگرام میں زون جنوبی کے نائب ناظم اعلیٰ جناب نسیم الدین نے بھی شرکت فرمائی۔ آخر میں پروگرام کے میزبان فیصل منظور نے مقامی تنظیم کے زیر اہتمام ہونے والے دیگر پروگراموں کی تفصیلات سے سامعین کو آگاہ کیا۔ پروگرام کے بعد احباب نے سٹال سے بھی استفادہ کیا۔ پروفارمے کے ذریعے احباب سے نام، پتے اور فون نمبر حاصل کیے گئے۔ اس پروگرام میں 400 مرد اور 40 خواتین نے شرکت کی۔ پروگرام کا اختتام امیر تنظیم اسلامی کی دعا پر ہوا۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اپنے راستے میں رفقاء کی اس سعی و جہد کو قبول و مقبول فرمائے۔ (آمین)

(رپورٹ: سراج احمد، کورنگی شرقی)

سرگودھا میں جمعیت اشاعۃ التوحید والسنہ کے زیر انتظام تحفظ ناموس رسالت کانفرنس

18 فروری بروز جمعہ بعد نمازِ عشاء جمعیت اشاعۃ التوحید والسنہ کے زیر اہتمام سرگودھا کی مرکزی مسجد معاویہ میں ایک پروقار اور عظیم الشان تحفظ ناموس رسالت کانفرنس کا اہتمام کیا گیا۔ کانفرنس میں ملک کے جید علماء کرام اور دانشور شخصیات کو مدعو کیا گیا۔ مقررین میں مولانا زاہد الراشدی، فرید احمد پراچہ، جنرل حمید گل اور حافظ عاکف سعید شامل تھے۔

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کے خطاب سے پہلے جنرل حمید گل نے اپنے خطاب میں کہا کہ وقت کی اہم ترین ضرورت ملک میں نفاذ شریعت کے لیے علماء کا اتحاد ہے۔ اور یہ اتحاد تبھی ممکن ہوگا جب ہم اپنے اپنے مفادات کی قربانی دیں گے۔ ہمارا دشمن ہمیں آپس میں لڑوا کر کمزور کرنا چاہتا ہے۔ پاکستان کی بقا اسلام کے ساتھ وابستہ ہے۔ کیونکہ یہ ملک اسی بنیاد پر حاصل کیا گیا تھا۔ امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے اپنے خطاب میں کہا کہ ہمارے لیے یہ لمحۂ فکر یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ پر جو کتاب نازل ہوئی، آج ہمارے اداروں میں عملاً اُس کی بالادستی نہیں ہے۔ ہماری عدالتوں میں اُس کا قانون جاری و ساری نہیں۔ پارلیمنٹ قرآن وسنت سے متصادم قانون سازی کرتی ہے۔ جس کا سب سے بڑا مظہر یہ ہے کہ گزشتہ دور حکومت میں پارلیمنٹ نے حقوق نسواں بل پاس کر کے زنا کا لائسنس جاری کر دیا ہے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ یہ سب اُس وقت ہوا جب دینی جماعتوں کا اتحاد ایم ایم اے پارلیمنٹ کا حصہ تھا۔ یہ ہمارے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ انہوں نے کہا کہ علماء کرام نے ناموس رسالت کے تحفظ کے لیے پرامن احتجاجی عوامی تحریک چلائی جس کے نتیجہ میں اللہ نے انہیں کامیابی سے ہمکنار کیا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ملک میں نفاذِ شریعت اور غلبہ دین کے لیے بھی اسی انداز میں تحریک برپا کی جائے۔ علماء اس مقصد کے لیے آگے آئیں اور قوم کی رہنمائی کریں۔ آخر میں امیر تنظیم اسلامی نے جمعیت اشاعۃ التوحید والسنہ کے رہنما مولانا عطاء اللہ بندیالوی اور کارکنان کو اس عظیم الشان کانفرنس کے انعقاد پر مبارک باد پیش کی۔ اس موقع پر تنظیم اسلامی حلقہ سرگودھا کی طرف سے سٹال بھی لگایا گیا تھا۔

(رپورٹ: رفیق تنظیم)

نائب امیر حلقہ جنوبی پنجاب کی ماہ جنوری کے دوران دعوتی سرگرمیاں

نائب امیر حلقہ جنوبی پنجاب جام عابد حسین کی ماہ جنوری کے دوران جنوبی پنجاب کے علاقہ جات لیہ، تونسہ، کوٹ ادو اور مظفر گڑھ میں جو دعوتی سرگرمیاں رہیں، اُن کا ایک خاکہ درج ذیل ہے۔

2 جنوری: نائب امیر حلقہ نے تونسہ شریف میں رضا گجر کی رہائش گاہ پر مفصل خطاب کیا اور شرکاء سے سوال و جواب کی نشست بھی ہوئی۔ اس پروگرام میں 25 افراد نے شرکت کی۔ اسی روز انہوں نے لیہ تنظیم کے مقامی دفتر میں درس قرآن دیا۔ محفل درس میں 40 افراد نے شرکت کی۔

9 جنوری: مظفر گڑھ کی جامع مسجد السعید میں بعد نماز مغرب درس قرآن ہوا۔ یہاں حاضری 20 افراد رہی۔

16 جنوری: نائب امیر حلقہ ڈیرہ غازی خان تشریف لے گئے اور وہاں درس قرآن دیا۔ درس میں 15 افراد نے شرکت کی۔

21 جنوری: جامع مسجد قرطبہ ملتان کینٹ میں خطاب جمعہ دیا۔

30 جنوری: امیر حلقہ نے رفقاء و احباب سمیت لاہور میں تحفظ ناموس رسالت ریلی جلسہ عام میں شرکت کی۔ (مرتب: شوکت حسین)

مقامی تنظیم بٹ خیلہ کے زیر اہتمام توسیع دعوت پروگرام

24 جنوری 2011 کو سخاکوٹ اور درگئی کے دو مقامات گورنمنٹ ہائی سکول سخاکوٹ اور مالاکنڈ پبلک سکول درگئی میں مقامی تنظیم بٹ خیلہ مالاکنڈ کی طرف سے توسیع دعوت کے سلسلے میں پروگرام منعقد ہوئے۔ سخاکوٹ کے پروگرام میں تیس اساتذہ کے علاوہ جماعت دہم کے طلبہ نے بھی شرکت کی۔ اس پروگرام میں شوکت اللہ شاکر نے دین کے جامع تصور پر مفصل گفتگو کی۔ بعد میں سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ مالاکنڈ پبلک سکول درگئی میں اسی موضوع پر ہونے والے لیکچر میں دس اساتذہ کے علاوہ سیکنڈ ایئر کے طلبہ شریک ہوئے۔

2 فروری کو شاہ روم کی دعوت پر مقامی تنظیم کی طرف سے اُن کے حجرے میں تعلیم یافتہ افراد کے لیے ایک خصوصی نشست رکھی گئی، جس میں دین کیا ہے؟ اور فرائض دینی کا جامع تصور کے موضوعات پر دو لیکچرز دیے گئے۔ پہلا لیکچر شوکت اللہ نے اور دوسرا امین سواتی نے دیا۔ یہاں حاضری 50 افراد رہی۔ پروگرام کے اختتام پر مہمانوں کی چائے بسکٹ سے تواضع کی گئی۔

(رپورٹ: تاج الدین)

تنظیم اسلامی حلقہ آزاد کشمیر کے زیر اہتمام سیرت النبیؐ کے حوالے سے سیمینار

31 جنوری 2011ء کو تنظیم اسلامی حلقہ آزاد کشمیر کے زیر اہتمام سیرت مطہرہؐ کے حوالے سے ایک سیمینار ہوا، جس میں بڑی تعداد میں طلبہ، تاجر برادری، پروفیسرز، اساتذہ کرام اور عوام الناس نے شرکت کی۔ پروگرام میں مرکزی خطاب نائب ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی شمالی پاکستان خالد محمود عباسی نے کیا۔ انہوں نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ کی ہستی ہمارے لیے زندگی کے ہر شعبہ میں کامل نمونہ ہے۔ آپؐ کی ذات گرامی پر ایمان ہی اہل ایمان کو باہم جوڑنے والی واحد قوت ہے۔ انہوں نے کہا کہ امت مسلمہ حضور ﷺ کی توہین تو گجا آپؐ کے دین کی توہین و اہانت بھی برداشت نہیں کر سکتی۔ کوئی بدبخت چاہے مشرق کا ہو یا مغرب کا حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کے ارتکاب کے ساتھ ہی خوف و ہراس اور عدم تحفظ کا شکار ہو جاتا ہے جو کہ مقام رسالت کی حفاظت کا خدائی بندوبست ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم جو حضور ﷺ کے ساتھ اپنی وابستگی کا دم تو بھرتے ہیں، مگر عملی اعتبار سے سیرتِ رسولؐ سے کوسوں دور ہیں۔ ہماری بدقسمتی یہ بھی ہے کہ دین کی سربلندی کے لیے کوشاں دینی حلقے حضور ﷺ کے انقلابی طریقہ کار کو چھوڑ کر مغرب سے درآمد شدہ الیکشن اور ممبری کی سیاست میں الجھ کر رہ گئے ہیں اور بار بار کے تجربات کے باوجود ماضی سے سبق سیکھنے پر آمادہ نہیں ہیں۔ اس پروگرام میں تمام مکاتب فکر کے نمائندہ علماء نہ صرف شریک ہوئے بلکہ از اول تا آخر موجود رہے۔ اس پروگرام میں پروفیسر عبداللہ عباسی، پروفیسر خواجہ فضل الرحمٰن نے بھی خطاب کیا۔ پروگرام کا اختتام خطیب جامع مسجد نیا محلہ حضرت مولانا حسین حقانی کی دعا پر ہوا۔ (رپورٹ: رفیق تنظیم)

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنے بیٹے عمر 30 سال، ایم بی بی ایس ڈاکٹر (یورالوجی سپیشلائزیشن) —— بیٹی، عمر 24 سال، ایم بی بی ایس ڈاکٹر (ہاؤس جاب) بیٹے کے لیے دینی مزاج کی حامل ڈاکٹر لڑکی اور بیٹی کے لیے ڈاکٹر یا انجینئر لڑکے کا رشتے درکار ہیں۔ برائے رابطہ: 0321-4071168

☆ پشاور میں مقیم فیملی کو اپنی کنواری بیٹی، عمر 34 سال، خوبصورت اور اعلیٰ سیرت و کردار، امور خانہ داری میں ماہر کے لیے دینی مزاج کے حامل برسرروزگار مناسب جوان کا رشتہ درکار ہے۔ مقامی رشتہ کو ترجیح دی جائے گی۔ برائے رابطہ: 0308-5359916

☆ لاہور میں رہائش پذیر رفیق تنظیم کو اپنے بیٹے عمر 26 سال، ذاتی کاروبار کے لیے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔

☆ لاہور میں رہائش پذیر شیخ فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 26 سال، صوم و صلوٰۃ کی پابند، تعلیم ایم اے اسلامیات، ادارہ الہدیٰ سے ترجمہ قرآن کورس اور دیگر شارٹ کورسز کر رکھے ہیں، کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ، برسرروزگار، لاہور کے رہائشی ہم پلہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0322-7000070

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 30 سال، تعلیم ایم اے انگلش کے لیے موزوں رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0333-4333438

☆ لاہور میں رہائش پذیر رفیق تنظیم کی فیملی کو اپنے بیٹے عمر 26 سال، ذاتی کاروبار کے لیے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0322-4288073

☆ لاہور میں رہائش پذیر کشمیری خواجہ فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 30 سال ایم اے انگلش / بی ایڈ صوم و صلوٰۃ اور پردے کی پابند کے لیے لاہور اور آس پاس سے دینی مزاج کے حامل، برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0321-4364197

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا!

تنظیم اسلامی کے تاسیسی رفیق اور بانی تنظیم محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے قریبی ساتھی الطاف حسین گزشتہ ہفتہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

الطاف حسین پیشہ کے اعتبار سے وکیل تھے۔ لیکن تنظیم اسلامی سے منسلک ہونے کے بعد انہوں نے وکالت ترک کر دی تھی۔ تنظیم اسلامی کی شاخ لاہور میں قائم ہوئی تو آپ کو لاہور کا پہلا امیر مقرر کیا گیا۔ ہٹ کے پکے اور اپنے نظریہ پر جازم رہنے والے الطاف حسین نے تنظیم اسلامی کے فکر کو قبول کیا تو تا دمِ آخر پائے استقامت میں لغزش نہ آئی۔ حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا۔

ادارے کا ہر کارکن دعاگو ہے کہ اللہ اُن کو جنت الفردوس عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

بقیہ: ہماری خوشی اور غمی

کی دعوت دینا اور سبق آموز واقعات کی طرف بلاتا ہے۔ جبکہ غور و فکر سے عاری کرنا ہی روشن خیالی اور موج مستی ٹھہرا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے دین کو سمجھیں اور شیطان کے داخلے کے ان دو بڑے دروازوں کو بند کریں اور اپنے نفس کو قرآن و سنت کی دلی اطاعت پر آمادہ کریں۔ خوشی و غمی کے جذبوں کی ڈور اگر دین کے دشمن کے ہاتھوں میں آ جائے تو پھر وہ دین کا حلیہ ایسا بگاڑ کر رکھ سکتا ہے کہ اس میدان کے بڑے بڑوں کو اصل اور نقل کی پہچان مشکل ہو جاتی ہے اور ہمارے لیے شیطان کا سکھایا ہوا وہی جملہ دھرانے کے لیے رہ جاتا ہے کہ ”ہم نے اپنے باپ دادا کو یہی کرتے پایا ہے۔“

☆☆☆

بانیٔ تنظیمِ اسلامی و داعیِ تحریکِ خلافت پاکستان ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی چند فکر انگیز تصانیف

داعیِ رجوع الی القرآن کا شہرہ آفاق دورۂ ترجمۃ القرآن
اب کتابی شکل میں بعنوان

بیان القرآن

حصہ اول: صفحات: 520، قیمت 450 روپے
حصہ دوم: صفحات: 321، قیمت 400 روپے

شرک کی حقیقت، اقسام اور دورِ حاضر کے
شرک سے واقفیت کے لیے مطالعہ کیجیے

حقیقت و اقسامِ شرک

قیمت اشاعت عام: 50 روپے، خاص: 90 روپے

سیرت النبیؐ کی روشنی میں
اسلامی انقلاب کے مراحل، مدارج اور لوازم

منہج انقلابِ نبویؐ

مجلد 300 روپے غیر مجلد 200 روپے

بعثتِ انبیاء کا اساسی مقصد بعثتِ محمدیؐ
کی اتمامی و تکمیلی شان

نبی اکرم ﷺ کا مقصدِ بعثت

اشاعت خاص 40 روپے، عام 30 روپے

ایک مسلمان کی انفرادی اور اجتماعی
ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟

دینی فرائض کا جامع تصور

اشاعت خاص 25 روپے، عام 15 روپے

ایمان کے لغوی اور شرعی معنی، ایمان کا فلسفہ، ایمان و عمل کا باہمی تعلق
اپنے موضوع پر لاثانی تحقیقی و فکری تصنیف

حقیقتِ ایمان

اشاعت خاص 120 روپے

سورۃ العصر کی روشنی میں

راہِ نجات

اشاعت خاص 45 روپے

قربانی ہماری معاشرتی رسم ہے یا دینی فریضہ؟

عید الاضحی اور فلسفۂ قربانی

اشاعت خاص 35 روپے، عام 20 روپے

اُمتِ مسلمہ کے لیے سہ نکاتی لائحہ عمل

اور نہی عن المنکر کی خصوصی اہمیت

مجلد 100 روپے، غیر مجلد 45 روپے

پاکستان اور ملت اسلامیہ کے حال اور مستقبل کے
تناظر میں لکھے گئے فکر انگیز اخباری کالموں کا مجموعہ

بصائر

صفحات: 130 قیمت: 65 روپے

تحریکِ پاکستان کا تاریخی و سیاسی پس منظر،
اسلامیانِ پاکستان کا تہذیبی و ثقافتی پس منظر

اسلام اور پاکستان

اشاعت خاص 60 روپے

برعظیم پاک و ہند میں

اسلام کے انقلابی فکر کی تجدید و تعمیل

اور اس سے انحراف کی راہیں

اعلیٰ ایڈیشن 50 روپے

دعوت رجوع الی القرآن کی اساسی اور مقبول عام دستاویز
جس کا انگریزی، عربی، فارسی اور سندھی میں ترجمہ ہو چکا ہے

مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق

اشاعت خاص 45 روپے، عام 25 روپے

سابقہ اور موجودہ

مسلمان اُمتوں کا ماضی حال اور مستقبل

اور مسلمانانِ پاکستان کی خصوصی ذمہ داری

اشاعت خاص 100 روپے

ڈاکٹر صاحب کے دو خطبات کا مجموعہ

اسلام میں عورت کا مقام

اشاعت خاص 100 روپے، عام 60 روپے

مفصل فہرست طلب کیجیے: مکتبہ خدام القرآن، 36۔کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔فون نمبر 3-042-35869501

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام دو روزہ

سالانہ محاضراتِ قرآنی

بعنوان

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کی قرآنی، دینی اور ملّی خدمات

ان شاء اللہ العزیز

بتاریخ: 19، 20 مارچ 2011ء (بروز ہفتہ۔اتوار) بعد نماز مغرب

مقام: قرآن آڈیٹوریم، 191 اتاترک بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

اسماء مقررین
19 مارچ، بروز ہفتہ

- جناب ڈاکٹر سیّد سلمان ندوی
  خلف الرشید علامہ سید سلیمان ندویؒ، ڈربن، ساؤتھ افریقہ
- جناب ڈاکٹر ممتاز احمد
  صدر، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد
- جناب مولانا فضل الرحیم اشرفی
  نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ، لاہور
- جناب علامہ ابو عمار زاہد الراشدی
  رئیس التحریر، ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالہ
- جناب ڈاکٹر باسط بلال کوشل
  پروفیسر لمز یونیورسٹی، لاہور
- جناب حافظ عاکف سعید
  امیر تنظیم اسلامی
- جناب انجینئر نوید احمد
  امیر تنظیم اسلامی حلقہ کراچی جنوبی

اسماء مقررین
20 مارچ، بروز اتوار

- جناب ڈاکٹر صہیب حسن عبد الغفار
  چیئرمین القرآن سوسائٹی، لندن
- جناب ڈاکٹر سہیل عمر
  ناظم اقبال اکیڈمی، لاہور
- جناب ڈاکٹر محمد سعد صدّیقی
  شعبہ اسلامیات، پنجاب یونیورسٹی
- جناب سلیم منصور خالد
  ایسوسی ایٹ پروفیسر گورنمنٹ کالج، ٹاؤن شپ، لاہور
- جناب محمد عمار خان ناصر
  مدیر ماہنامہ الشریعہ، گوجرانوالہ
- جناب ڈاکٹر عبد السمیع
  صدر انجمن خدّام القرآن، فیصل آباد
- جناب ڈاکٹر ابصار احمد
  صدر مرکزی انجمن خدّام القرآن لاہور

صلائے عام ہے.........! خواتین کے لیے باپردہ شرکت کا اہتمام ہے!

المعلن ڈاکٹر عارف رشید
ناظم اعلیٰ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور
فون: 3-35869501 فیکس 35834000
E-mail: anjuman@tanzeem.org